# Respected Urdu Lover,

## Greetings and Welcome,

Our mission is to upload 1,001 Free Urdu Novels by 2010. You can help us by

(1) Composing some pages of the upcoming Novels

(2) Emailing this Novel to your 50 friends.

For more details please visit now: **www.1001Fun.com**

### :: Our Special Thanks to ::

www.OneUrdu.com
www.PakStudy.com
www.UrduArticles.com
www.UrduCL.com
www.NayabSoftware.com





## اردو پسندوں کو آداب اور خوش آمدید

ہمارا مشن دو ہزار دس (2010) تک ایک ہزار ایک (1,001) مفت اردو ناول آن لائن کرنے کا ہے۔ آپ اردو سے محبت کے اس مقدس مشن میں ہمارے ساتھ تعاون کر سکتے ہیں۔ ﴿1﴾ آئندہ ناول کے چند صفحات کی کمپوزنگ کر کے ﴿2﴾ یہ ناول اپنے پچاس (50) دوستوں کو ای میل کر کے۔ ﴿2﴾ مزید تفصیلات کے لیے ابھی وزٹ کیجیے۔

wwww.1001Fun.com

اسکیننگ : کیوٹ گرل (ہم سا ہو تو سامنے آئے)





# تو نے پار اتارا

از

نگہت عبداللہ

# ناول کا آغاز

اماں۔۔۔اماں۔۔۔ایک جگہ سے انٹرویو کال آ گئی۔ وہ آنگن ہی سے چلاتی ہوئی اندر آئی تو اس کے ہاتھ میں لفافہ دیکھ کر اماں نے اشتیاق سے پوچھا۔

عبید کا خط ہے کیا۔۔۔؟

اس کی خوشی پل میں غائب ہو گئی اور فوراً جواب بھی نہیں دے سکی۔ سر جھکا کر لفافہ الٹ پلٹ کر دیکھنے لگی اور بھابی نے کچن ہی سے اس کے ہاتھ میں لفافہ دیکھ لیا تھا۔ وہ بھی کام چھوڑ کر اس کے پیچھے چلی آئیں اور اب دروازے میں کھڑی اس کے جواب کا انتظار کر رہی تھیں۔

بتاؤ ناں۔۔ کس کا خط ہے۔۔۔؟ اماں نے حد درجہ بیصبری کا مظاہرہ کیا تو وہ گہری سانس کھینچ کر بولی۔

بھیا کا نہیں ہے۔ بھابی اس کا جواب سنتے ہی واپس پلٹ گئیں اور اماں نے بیدلی سے پوچھا۔

پھر کس کا ہے۔۔۔؟

کسی کا نہیں ہے۔ ایک جگہ نوکری کی درخواست دی تھی انہوں نے انٹرویو کے لیے بلایا ہے۔ اماں ہی کی طرح اس نے بھی بیدلی سے جواب دیا اور لفافہ کھولنے لگی۔ کتنی جگہ اپلائی





کر رکھا تھا اس نے اور کتنا انتظار تھا کہ کہیں سے تو کال آ اور اب اس لفافے نے کتنی ہلچل مچا دی تھی۔ اماں اور بھابی جتنی مشتاق تھیں، اتنی ہی بیزار نظر آ رہی تھیں اور اگر پہلے مرحلے پر اسے پتا نہ چل جاتا تو اس کی اپنی بھی یہی کیفیت ہوتی۔ بہرحال انٹرویو کی تاریخ دیکھ کر اس نے کاغذ دوبارہ لفافے میں ڈالا پھر اماں سے پوچھنے لگی۔

اماں۔۔ بھیا کو گئے ہو کتنے دن ہو گئے ہیں۔۔۔؟

دن۔۔؟ اماں نے تعجب سے اسے دیکھ کر کہا۔

پورے چھ مہینے ہو گئے ہیں۔

چھ مہینے۔۔۔؟ وہ سوچ میں پڑ گئی اور اماں اپنے آپ بولنے لگیں۔

اتنا غیر ذمہ دار تھا تو نہیں۔۔ دیکھو باہر جا کر سب بھلا بیٹھا ہے۔ ایک خط خیریت کا نہیں لکھا۔ اگلے مہینے خیر سے نبیلہ کی گود بھرنے والی ہے اس کا بھی کوئی خیال نہیں۔

ہاں۔۔۔ بھابی بیچاری بہت پریشان ہیں۔

پریشانی کی بات نہیں ہے کیا۔۔۔؟ یہاں تو ہر دم اس کے آگے پیچھے پھرتا تھا اور اب۔۔ ۔ بھابی کو آتے دیکھ کر اماں خاموش ہو گئیں اور وہ زبردستی مسکرا کر بولی۔

آئیں بھابی۔۔۔ آپ کن کاموں میں الجھی ہوئی ہیں۔۔۔؟

بس دو چار برتن رکھے ہوتے وہی دھو رہی تھیں۔ تم بتاؤ۔۔۔ کس کا خط ہے۔۔۔؟ بھابی پہلے سن چکی تھیں کہ عبید کا خط نہیں ہے اس لیے سرسری انداز میں پوچھا اور اس بار اس نے خوشی

سے جواب دیا۔

انٹرویو لیٹر ہے۔۔۔کل جانا ہے۔

تم جاب کروگی۔۔۔؟ بھابی نے یونہی عام سے لہجے میں پوچھ لیا اور وہ ذرا سا ہنس کر بولی۔

کیوں۔۔۔؟ کیا میں جاب نہیں کرسکتی۔۔۔؟ حالانکہ یہ واقعی اس کیلیے بہت مشکل تھا کیونکہ وہ خاصی ڈرپوک اور بزدل قسم کی لڑکی تھی اور بھابی نے بھی شاید اس لیے پوچھا تھا۔ جوابا وہ ہنسی اور بھابی تو خاموش رہیں لیکن اماں بول پڑیں۔

کیوں نہیں کرسکتی۔۔۔؟ ماشائاللہ پڑھی لکھی سمجھدار ہو۔ اگر وقت پر تعلیم کام نہ آئے تو پھر کیا فائدہ ایسی تعلیم کا یوں بھی گھر میں بے کار بیٹھی رہتی ہو۔ وہ چپ چاپ سنتی رہی۔

پھر سارا دن وقفے وقفے سے اماں اس سیایسی باتیں کرکے اسیحو صلہ دیتی رہیں کیونکہ وہ اسے بہت اچھی طرح جانتی تھیں۔ اسکول و کالج میں بھی بڑی مشکل سے جاتی تھی۔ اگر اماں سختی نہ کرتیں تو شاید ابتدائی کلاسوں کے بعد ہی وہ گھر بیٹھ جاتی اور اس وقت اماں نے یہ تو نہیں سوچا تھا کہ اسے نوکری کرنی ے۔ بس ان کی خواہش تھی کہ ان کے بچے خوب پڑھ لکھ جائیں۔

بڑے عبید بھایا تھے۔ بی کام کرنے کے بعد ان کا اپنا ارادہ بھی مزید پڑھنے کا تھا لیکن ابا کے انتقال کے باعث انہیں تعلیم کو خیر باد کہنا پڑا اور انہوں نے جاب کرلی۔ اس وقت وہ انٹر میں تھی اور اسے پڑھنے کا شوق تو تھا لیکن وہ باہر نکلنے سے بہت گھبراتی تھی۔ اس کی بھی وجہ تھی۔





بہت چھوٹی سی تھی غالبا پانچ چھ سال کی۔ ایک روز کھیلتے ہو گھر سے کچھ دور نکل گئی۔ کھیل کے دوران تو احساس نہیں ہوا لیکن جب سب اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے تب اسے اپنا گھر کہیں نظر نہیں آیا۔ ایک ہی جیسی گلیاں تھیں۔ وہ ادھر سیادھر بھٹکتی پھری جب تھک گئی تو رونے لگی۔ ایک آدمی نے قریب آکر رونے کا سبب پوچھا پھر بہلایا کہ وہ اسے اس کے گھر پہنچا دے گا اور پھر بجا اسے گھر پہنچانے کے گود میں اٹھا کر کسی اور ہی راستے پر چل نکلا۔ یقیناً وہ بردہ فروش تھا۔ وہ تو اسکی قسمت اچھی تھی کہ محلے کس کسی آدمی نے دیکھ لیا اور کیونکہ وہ بردہ فروش بھی شکل ہی سے کچھ مشکوک لگ رہا تھا اس لیے محلے کا آدمی اسے نظر انداز نہیں کرسکا۔ اسے روک کر پوچھا کہ بچی کو کہاں لے جا رہے ہو اور وہ اس قدر گھبرایا کہ اسے پھینک کر بھاگ کھڑا ہوا تھا۔

پھر وہ گھر پہنچ گئی تھی لیکن جس طرح وہ ماجرا سن کر اماں نے اسے ڈرایا دھمکایا تو اس وقت سے اس کے اندر ایک خوف بیٹھ گیا تھا۔ جسے بعد میں خود اماں بھی نہیں نکال سکیں۔ ابھی تک راستہ چلتے ہوا سے یوں لگتا تھا جیسے ہر شخص اس کے تعاقب میں ارہا ہو۔ اسکول میں میٹرک تک ابا خود اسے چھوڑ کر آتے تھے اور واپسی میں بھیا لے کر آتے۔ اس کے بعد ابا نے ایک نئے علاقے میں اپنا گھر خرید لیا۔ یوں وہ پرانا محلّہ چھوٹ گیا اور نئی جگہ سے ایک دو لڑکیاں کالج جانے والی مل گئیں تو وہ ان کے ساتھ آنے جانے لگی۔ کسی دن وہ لڑکیاں زہرا اور شبینہ چھٹی کرلیتیں تو اس کی بھی چھٹی ہو جاتی تھی۔ اماں لاکھ ڈانٹتیں کہ آخر کب تک دوسرے کے سہارے چلوگی۔۔۔؟ لیکن اس کا ایک ہی جواب ہوتا۔ بس میں اکیلی نہیں جاسکتی۔

پھر ابا کے انتقال کے بعد جہاں بھیا کی پڑھائی چھوٹ گئی وہاں اس نے بھی سوچا تھا کہ گھر بیٹھ جا لیکن اللہ کی مہربانی سے بھیا کو جلد ہی نوکری مل گئی اور اماں نے اسے گھر نہیں بیٹھنے دیا۔ بی اے کروا کے دم لیا اور ابھی وہ بی اے سے فارغ ہوئی تھی کہ اماں کو بھیا کی شادی کرنی پڑی۔ حالانکہ ان کا خیال پہلے اس کی شادی کرنے کا تھا لیکن نبیلہ جو اماں کی بھانجی تھی، پانچ سال کی عمر میں اس کی ماں کا انتقال ہو گیا تھا اور کچھ ہی عرصے بعد اس کے ابا نے دوسری شادی بھی کر لی۔ دوسری ماں روایتی سوتیلی ماں ثابت ہوئی۔ اس وقت اماں نے چاہا تھا کہ نبیلہ کو اپنے پاس لے آئیں لیکن اس کے ابا نے منع کر دیا تھا اور ظاہر ہے اماں زبردستی تو کر نہیں سکتی تھیں لیکن اسی وقت انہوں نے سوچ لیا تھا کہ نبیلہ کو بہو بنا کر لے آئیں گی اور گو کہ ابھی اس کا وقت تو نہیں آیا تھا کیونکہ وہ پہلے اپنی بیٹی سے فارغ ہونا چاہتی تھیں لیکن ایک روز نبیلہ خود ہی چلی آئی اور اس نے رو رو کر اماں کو بتایا کہ اس کی ماں ایک بڈھے سے اس کی شادی کر رہی ہے۔ تب اماں کو اور تو کچھ نہیں سوجھا اسی وقت محلے کے چند لوگوں کو بلا کر عبید اور نبیلہ کا نکاح کر دیا۔

بعد میں نبیلہ کے اماں ابا لینے آئے لیکن اس وقت ان کا بس نہیں چلا۔ کیونکہ لڑکی اپنی مرضی سے شوہر کو پیاری ہو چکی تھی اور یہ کوئی سال بھر پہلے کی بات تھی۔ اس وقت عبید بھیا باہر جانے کی کوششوں میں لگے ہوتے اور وہ ہرگز شادی کرنے کے حق میں نہیں تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ وہ ابھی بیوی بچے افورڈ نہیں کر سکتے پہلے باہر جائیں گے۔ دو تین سال کے بعد یہاں آ کر اپنا کاروبار کریں گیا اس کے بعد پہلے بہن کو رخصت کریں گے پھر اپنی شادی کا سوچیں گے۔ لیکن





وہی بات کہ تقدیر کے سامنے انسان بے بس ہے خواہ کچھ بھی سوچ لے ہوتا وہی ہے جو اوپر والے نے لکھ دیا۔

پہلے ابا کے انتقال کے باعث تعلیم چھوٹی اور اب اماں نے شادی کی زنجیر پہنا دی۔ لیکن یہ بھی ہے کہ ہر بار انسان مجبور ہو کر بیٹھ نہیں جاتا۔ عبید بھیا جو شادی کے حق میں نہیں تھے، نبیلہ کو پا کر گویا انہیں اپنی منزل مل گئی۔ ابتدائی دو مہینے تو وہ بڑے خوش اور مگن تھے پھر جب نبیلہ امید سے ہوئی تو غالباً نئی ذمہ داری کو سوچتے ہوا نہیں وسائل کم لگنے لگے اور وہ ایک بار پھر باہر جانے کی تگ ودو میں لگ گئے۔ گو کہ اب اماں نہیں چاہتی تھیں کہ وہ باہر جائیں اور نبیلہ کا تو رو رو کر برا حال تھا لیکن ان پر دھن سوار ہو چکی تھی۔ اماں کے سامنے اپنی ذمہ داریاں گنواتے اور نبیلہ کو بہلاتے۔ تمہاری گزشتہ زندگی میرے سامنے ہے۔ کبھی کوئی سکھ نہیں دیکھا تم نے۔ اب میں تمہیں اچھی اور آسودہ زندگی دینا چاہتا ہوں۔ دو تین سال کی بات ہے گورتے پتا بھی نہیں چلے گا اور نبیلہ جسے ایک عمر کے بعد محبت ملی تھی، وہ ہرگز بھی اس میں دو تین سالوں کا وقفہ نہیں چاہتی تھی اور عبید پر اگر اسکی گریہ وزاری کا اثر ہوا بھی تب بھی انہوں نے اپنا جانے کا ارادہ ملتوی نہیں کیا۔ باہر بھیجنے والی مختلف کمپنیوں کے چکر لگاتے رہے لیکن وہ سب جتنا پیسہ مانگتی تھیں وہ ان کے پاس نہیں تھا۔ پھر ایک ایجنٹ سے ملاقات ہوئی جس نے کمپنیوں کی نسبت کم پیسہ مانگا لیکن آگے ملازمت کی ذمہ داری نہیں لی اور انہوں نے سوچا بس ایک بار باہر نکل جائیں گے آگے ملازمت وہ خود تلاش کر لیں گے۔ یوں سب کو اچھے دنوں کی آس دلا کر وہ

رخصت ہو گئے۔

اور جب تک انہیں روکنا اختیار میں تھا اماں اور نبیلہ نے ہر حربہ استعمال کیا لیکن جب وہ چلے گئے تو پھر ظاہر ہے وہی آس کی ڈوری ہی رہ جاتی تھی جو وہ تھما گئے تھے اور آنکھیں بھی وہی خواب دیکھنے لگیں جن کی جھلک وہ دکھا گئے تھے۔

انہوں نے بتایا تھا کہ یہاں سے سنگاپور اور وہاں سے جانے کس راستے سے وہ ملائیشیا جائیں گے اور اسی حساب سے دسویں دن سے اماں نے خط کا انتظار شروع کر دیا اور نبیلہ تو جہاں دروازے پر آہٹ ہوتی بھاگی جاتی لیکن پتا نہیں کیا بات تھی کہ چھ مہینے ہو گئے تھے اور ابھی تک خیریت سے پہنچنے کا خط بھی نہیں آیا تھا۔ تشویش کی بات تو تھی۔ سو اندیشے اٹھتے ، ڈراتے لیکن کوئی کیا کر سکتا تھا۔۔۔؟ ان کی فکر۔۔۔۔ پھر یہاں گھر میں ایک وہی کمانے والے تھے۔

لاکھ فکریں ہوں پیٹ تو روٹی مانگتا ہے۔ یوں ان کے جانے کے دو مہینے بعد ہی اماں کو زیادہ گھر کی فکر ستانے لگی۔ اگر وہ خود سلائی کڑھائی میں ماہر ہوتیں تو بہت خاموشی سے مشین سنبھال لیتیں۔ انہیں سلائی آتی تو تھی لیکن وہی گزارے والی بات تھی کہ اپنے کپڑے خود ہی سی لیے۔ بہرحال بہت سوچنے کے بعد وہ اس نتیجے پر پہنچیں کہ آخر ربیعہ کی تعلیم کس دن کام آ گی لیکن اس کے ساتھ وہی مسئلہ تھا کہ وہ گھر سے نکلتے ہوڈرتی تھی۔ پہلے وہ یہی کہتی رہی کہ نوکری کرنا اس کے بس سے باہر ہے۔ لیکن پھر گھر کے حالات کو دیکھتے ہوا سے خود میں تھوڑی ہمت پیدا کرنی پڑی۔ ظاہر ہے اور کون تھا۔ گزشتہ دو مہینوں سے وہ کتنی جگہوں پر درخواستیں دے چکی تھی اور آج پہلی بار انٹرویو کال آئی تھی تو جہاں وہ خوش تھی وہاں اس کا ڈر بھی ساتھ ساتھ تھا۔ اماں کے سامنے تو اس نے کچھ نہیں کہا البتہ رات میں جب کپڑے استری کرنے کھڑی ہوئی تو دبے لفظوں میں نبیلہ سے کہنے گی۔

بھابی۔۔۔ میں جاؤں گی کیسے۔۔۔؟ نبیلہ اپنا بستر صاف کرنے میں لگی تھی، سمجھی نہیں وہ کس حساب سے کہہ رہی ہے جب ہی وہ آرام سے بولی۔

بس سے۔۔۔

افوہ۔۔۔ بس سے تو جاؤں گی لیک اکیلی کیسے۔۔۔؟

ہائیں۔۔۔؟ نبیلہ کمر پر ہاتھ رکھ کر سیدھی کھڑی ہوئی پھر اسے دیکھ کر ہنسنے لگی۔

ہنسنے کی نہیں ہو رہی۔ وہ پیٹھ موڑ کر جلدی جلدی استری کرنے لگی۔

تم نے بات ہی ایسی کی کہ ہنسی آ گئی ورنہ کس کم بخت کا ہنسنے کو دل چاہتا ہے۔ نبیلہ اپنی جگہ پر لیٹتے ہو بولی اور قدرے توقف کے بعد پھر کہنے لگی۔

واقعی۔۔ یہ تم پر ظلم ہے اور عبید کو معلوم بھی تھا کہ اس گھر میں لائین سے تینوں عورتیں کچھ نہیں کر سکتیں پھر بھی اس طرح چھوڑ کر چلے گئے۔

میرا خیال ہے بھیا گئے ہی اسی لیے ہیں کہ ہم کچھ کرنا سیکھ جائیں۔ نبیلہ کے لہجے کا تاسف محسوس کر کے اس نے ہلکے پھلکے انداز میں کہا۔

نہیں ربیعہ۔۔۔ یہ تو خز دکو بہلانے والی بات ہے۔

اچھا چھوڑیں یہ بتائیں۔۔۔آپ کے خیال میں مجھے نوکری مل جا گی۔۔۔؟ اس نے خوبصورتی سے موضوع بدلا۔

میں کیا کہہ سکتی ہوں۔۔۔؟ ویسے تمہارا اپنا کیا خیال ہے۔۔۔؟

کیوں۔۔؟

اس لیے کہ وہاں اور بھی لڑکیاں ہوں گی اور ظاہر ہے میں جب ڈھنگ سے بات ہی نہیں کر سکوں کی تو۔۔۔ اس نے مایوسی سے نفی میں سر ہلایا۔

بیوقوف ہو تم۔۔ خواہ مخواہ ڈرتی ہو بس ذرا سا اپنے اندر اعتماد پیدا کر لو پھر تمہاری طرح کوئی بول نہیں سکتا۔ نبیلہ نے اس کی ہمت بندھائی۔

سچ کہہ رہی ہیں۔۔؟

بالکل سچ۔۔

بس تو کل میری نوکری پکی۔ وہ کہتے ہوا اپنی جگہ پر آ لیٹی۔

☆

وہ مطلوبہ ایڈریس پہنچ گئی تھی لیکن جو اس کی حالت تھی یہ وہی جانتی تھی۔ ہاتھ پیر ٹھنڈے





ہو رہے تھے اور چہرے سے گرم بھاپ نکل رہی تھی۔ بار بار ٹھنڈے ہاتھوں سے چہرہ تھپتھپاتی اپنی باری کا انتظار کرنے لگی۔ دل ہی دل میں قرآنی آیات کا ورد بھی کر رہی تھی۔ حقیقتاً بڑا مشکل وقت تھا خصوصاً اس کے لیے۔ کتنی بار دل چاہا یہیں سے واپس پلٹ جا لیکن حالات اب ایسے ہو گئے تھے کہ اگر ایک مہینہ اور آمدنی کا کوئی ذریعہ نہ بنا تو یقیناً فاقوں کی نوبت آ جا گی۔ پھر اگلے مہینے نبیلہ کے ہاں ولادت بھی ہونے والی تھی۔

(پتا نہیں کیا ہوگا۔۔۔؟) وہ یہی سوچ کر کڑھ رہی تھی کہ اس کا نام پکارا گیا۔ چونک کر کھڑی ہوئی اور اندر جاتے ہو سچ مچ اس کی ٹانگیں کانپ رہی تھیں۔

تشریف رکھیے۔۔۔

بیٹھنے کو کہا گیا تو وہ محض خود کو گرنے سے بچانے کی خاطر فوراً بیٹھ گئی۔ اس کے بعد پتا نہیں کیا کیا سوال ہوا اور وہ غائب دماغی سے جواب دیتی رہی۔ پھر اس نے محسوس کیا اچانک خاموشی چھا گئی ہے۔ کچھ ڈرتے ڈرتے پلکیں اٹھائیں تو سامنے بیٹھا شخص پرسوچ انداز میں نظریں اس پر جما بیٹھا تھا۔ وہ مزید نروس ہو گئی اور راہ فرار بھی ڈھونڈنے لگی لیکن خود سیاٹھ کر جانے کی ہمت نہیں تھی۔

ہوں۔۔۔ کتنی دیر بعد ہوں کی صورت میں گہری سانس کھینچی پھر اسے مخاطب کیا گیا۔

مس ربیعہ۔۔ وہ خود پر قابو پانے میں بری طرح ناکام ہو رہی تھی۔ بڑی مشکل سے جی کی آواز نکال سکی۔

آپ پلیز۔۔۔ وہاں تشریف رکھیں، میں ابھی آپ سیبات کرتا ہوں۔ اس نے اشارے کی سمت بائیں طرف دیکھا پھراٹھ کر وہیں آ بیٹھ۔ عجیب سی الجھن، سمجھ میں نہیں آرہا تھا یہاں کیوں بٹھایا گیا ہے۔۔۔؟ اورمزید کیا بات کرنی ہے۔۔۔؟ جبکہ دوسری لڑکیاں تو سوال جواب کے بعد باہر جارہی تھیں۔ وہ بیدھیانی میں اس شخص کو دیکھنے لگی۔ اچھا خاصا ادھیڑ عمر، کنپٹیوں پر بال سفید البتہ چہرے پر تفکرات کی لکیریں نہیں تھیں۔ پھر جس شائستگی سے وہ لڑکیوں سیبات کرر ہا تھا، اس سے دھیرے دھیرے اس کے اندر کا خوف کم ہونے لگا۔ جب تمام لڑکیوں کے انٹرویو ہوچکے تب پھر اسکی باری آئی۔

آیئے بی بی۔۔۔ یہاں آجایئے۔ اوراس بار وہ قدرے سہولت سے اٹھ کر ان کے سامنے آبیٹھی تو انہوں نے ہلکے پھلکے انداز میں پوچھا۔

یہ بتایئے یہاں آتے ہوآپ اتناڈر کیوں رہی تھیں۔۔۔؟

اب تونہیں ڈررہی۔ وہ جتنی بیساختگی سے بولی اتنا ہی بیساختہ ان کا قہقہہ تھا۔

وری گڈ۔۔۔ کچھ دیر تک اسی انداز میں اثبات میں سر ہلاتے رہے پھر سنجیدہ ہوکر کہنے لگے۔

ایسا ہے بی بی۔۔۔ کہ جس جاب کیلیے اپ نے اپلائی کیا ہےاس کے لیے آپ بالکل سوٹ نہیں کرتیں۔ مجھے بہت ایکٹولڑ کی چاہیے۔

جی۔۔۔؟اس نے مایوسی سے سرجھکالیا تو قدرے توقف سے کہنے لگے۔



آپ کو میں ایک اور جاب آفر کرسکتا ہوں لیکن شاید اس کیلیے آپ راضی نہ ہوں۔۔۔؟

اس نے فوراسراٹھا کر یوں دیکھا جیسے کہہ رہی ہو۔ آپ بتائیں تو سہی۔ اوراس کے اس انداز سے وہ سمجھ گئے کہ وہ واقعی ضرورت مند ہے۔ اچھی تنخواہ کے عوض ان کی آفر قبول کرے گی اور کیونکہ پہلے سے ان کے ذہن میں باقاعدہ کوئی پلان نہیں تھا۔ بس ابھی اسے دیکھ کر ہی ایک خیال آیا تھا۔ جب ہی انہوں نے فورا کچھ کہنے سے گریز کیا اور انٹرکام پر چا کا کہہ کر کمرے سے نکل گئے تو اس نیبہت ڈھیلے ڈھالے انداز میں سرکرسی کی پشت سےٹکادیا اورخود ہی سوچنے لگی۔

(پتانہیں کیا کام ہے۔۔۔؟ جس کے بارے میں ان کا خیال ہے کہ میں راضی نہیں ہوں گی)۔

کچھ دیر بعد دروازے پر آہٹ سن کر وہ سیدھی ہوبیٹھی۔ ان کے پیچھے چپڑاسی چالیے آرہا تھا۔ وہ سوالیہ نظروں سے انہیں دیکھنے لگی تو وہ چا کی طرف اشارہ کرکے بولے۔

پلیز۔۔۔اس نے خاموشی سے کپ اپنی طرف کھسکالیا اورایک دوسپ لینے کے بعد انہیں دیکھا تو وہ پھراسی پرسوچ انداز میں اس پرنظریں جما بیٹھے تھے۔ اس کے دیکھنے پر کہنے لگے۔

ہاں بی بی۔۔۔ پہلے تو میں یہ کہوں گا کہ اس وقت میں جو کہنے جارہاہوں وہ بات صرف آپ کے اورمیرے درمیان رہے گی خواہ آپ ایگری کریں یانہ کریں۔۔۔اوکے۔۔۔؟اس

نے ذرا سا اثبات میں سر ہلا دیا۔جبکہ اس کا دل اندر ہی اندر بیٹھنے لگا تھا کہ پتا نہیں ایسی کیا بات ہے۔۔۔؟اور قدرے توقف سے وہ کہنے لگے۔

میرا ایک بیٹا ہے۔سال بھر پہلے تک وہ بہت خوبصورت نوجوان تھا۔ویل ایجوکیٹڈ اینڈ ویل ایٹی کیٹڈ۔اپنے حلقے میں بے حد مقبول مرا خیال ہے۔آپ سمجھ سکتی ہیں کہ ایک بڑے خاندان کا لڑکا جو خوبصورت بھی ہو، تعلیم یافتہ بھی ہو اور دولت مند بھی کس طرح لوگ اسے سراہتے ہوں گے۔لہذا مختصرا میں آپ کو بتاتا ہوں کہ سال بھر پہلے وہ اپنے کسی دوست کی لیبارٹری میں اس کے ساتھ کھڑا تھا کہ وہاں اس کے ساتھ ایک حادثہ ہوگیا۔کسی کیمیکل کی تیاری کے دوران بوتل پھٹ گئی اور میرا بیٹا جو قریب ہی کھڑا تھا۔سارا کیمیکل اڑ کر اس کے چہرے کو بری طرح جھلسا گیا۔پھر گو کہ علاج سے وہ ٹھیک تو ہوگیا لیکن اس کے چہرے کی ہیئت ہی بدل گئی۔مجھے یہ کہتے ہو دکھ ہوتا ہے کہ عام آدمی اسے دیکھ کر اگر ڈرتا نہیں تو منہ ضرور پھیر لیتا ہے۔

وہ گہری سانس لے کر کچھ دیر کے لیے خاموش ہوگئے یوں جیسے بیٹے کا دکھ رگ رگ میں سرایت کر رہا ہو۔وہ اسی خاموشی سے ان پر نظریں جما بیٹھی رہی جبکہ اندر دل کی رفتار اور مدھم ہو جا رہی تھی۔بالکل اسی طرح جیسے بچپن میں کہانی کے دوران اچانک خوفناک جن کی امد پر اس کی کیفیت ہوتی تھی۔کچھ دیر بعد وہ پھر گویا ہو۔

وہ جو بہت مقبول تھا لوگ اس سے محبت بلکہ جان دینے کے دعوے کرتے تھے، وہ سب





اس سے دور ہوگئے اور دوستوں کی بے اعتنائیوں نے اسے بری طرح توڑ کر رکھ دیا ہے اور بات صرف دوستوں کی نہیں عام آدمی بھی اسے دیکھ کر منہ موڑ لیتا ہے۔اپنے لیے لوگوں کا یہ رویہ دیکھ کر وہ اتنا دلبرداشتہ ہوا کہ خود کو اپنے کمرے تک محدود کرلیا۔ابھی بھی وہ کہیں آتا جاتا نہیں ہے۔نہ ہی گھر میں کسی کی آمد پسند کرتا ہے عجیب بدمزاج سا ہوگیا ہے۔اکھڑا اکھڑا اپنا آپ سے اور ساری دنیا اسے خفا سا لگتا ہے۔حالانکہ سرجری سے اسکا چہرہ ٹھیک ہوسکتا تھا لیکن وہ اس پر تیار نہیں ہوتا۔

وہ یوں بول رہے تھے جیسے اپنے آپ سے باتیں کر رہے ہوں اور اسکی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ یہ سب اسے کیوں بتا رہے ہیں۔۔۔؟ابھی وہ خود سے قیاس کرنے لگی تھی کہ وہ کہنے لگے۔

اس کی تنہائی کے خیال سے میں نے سنی کو اپنے پاس رکھ لیا ہے۔سنی میرا نواسہ ہے، چھ سال کا چھوٹا بچہ اور میرا بیٹا اس کے ساتھ قدرے خوش رہتا ہے۔

ایکس کیوزمی سر۔۔ وہ بے حد الجھن محسوس کر رہی تھی۔بالآخر بول پڑی۔

میری جاب کیا ہے۔۔۔؟

آپ کو میریگھر جانا ہے اور آغا کو دیکھ کر نہ تو ڈرنا ہے اور نہ منہ موڑنا ہے بلکہ اپنے رویے سے آپ کو اسے یقین دلانا ہے کہ وہ قابل نفرت نہیں ہے۔

جی۔۔۔؟ وہ کچھ سمجھی کچھ نہیں سمجھی اور وہ اس سے خیال سے کہ کہیں وہ صاف انکار نہ

کردے، کہنے لگے۔

یہ کوئی ایسا مشکل کام نہیں ہے۔۔؟ پھر آپ کو جاب کرنی ہے اور یہی آپ کی جاب ہے۔

جاب۔۔۔؟ وہ پریشان ہوگئی۔ بھلا یہ کیا جاب ہوئی۔۔۔؟ اور وہ کچھ دیر تک اسے دیکھتے رہے شاید اپنی بات ٹھیک طرح سے سمجھا نہیں سکے تھے اسی خیال کے تحت کہنےلگے۔

دیکھیں بی بی۔۔۔ میں یہ تو نہیں کہوں گا کہ آپ کو کہیں اور جاب نہیں ملے گی لیکن بہت مشکل ملے گی۔ اس لیے کہ ایک تو آپ سمپل گرجویٹ ہیں، دوسرے آپ کے پاس تجربہ نہیں۔۔۔ پھر نہ کوئی کورس کیا ہے آپ نے۔۔ تو اس حساب سے کوئی پرائیوٹ اسکول ہی آپ کو ٹیچر رکھ سکتا ہے اور میں سمجھتا ہوں پرائیوٹ اسکول کی جاب سے جاب لیس ہونا بہتر ہے جس سے ایک اکیلے انسان کی ضروریات پوری نہیں ہوسکتیں۔ خیر یہ الگ بات ہے۔ میں آپ کو یہ بتانا چاہوں گا کہ اس جاب سے آپ نہ صرف کچھ سیکھ لیں گی بلکہ تجربے کا سرٹیفکیٹ بھی آپ کے پاس آ جاگا۔

ایکس کیوزمی سر۔۔ میں آپ کی بات بالکل نہیں سمجھ رہی۔ بھلا آپ کے گھر آنے جانے میں میں کیا سیکھوں گی۔۔۔؟ اس نے الجھن آمیز لہجے میں کہا تو انہیں قدرے اطمینان ہوا کہ اس نے صاف انکار نہیں کیا۔ گہری سانس کھینچ کر بولے۔

بی بی۔۔ آفس ٹائم صبح نو سے شام پانچ بجے تک ہے اور یہ سارا وقت آپ کو میرے گھر





نہیں رہنا۔ آپ صبح آفس آئیں گی۔ یہاں میں کسی بھی شعبے میں بطور ہیلپر آپ کو لگا دوں گا خواہ پبلک ڈیلنگ خواہ کمپیوٹر آپریٹر جو بھی شعبہ آپ کو مناسب لگے۔ آپ بڑے آرام سے سیکھ سکتی ہیں۔ پھر اول تو یہیں آپ کی جاب پکی ہوجا کی کہیں اور جانے ک ی ضرورت نہیں یا پھر آپ کی مرضی۔۔۔ بہرحال اس تمام وقت میں سے آپ کو ایک ڈیڑھ گھنٹہ کیلیے گھر جانا ہوگا۔

اب وہ ان کی پوری بات سمجھ گئی تھی اور پرسوچ انداز میں ذرا سا سر ہلایا لیکن ہامی نہیں بھری بلکہ خود اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے۔۔۔ اور اسے شش و پنج میں دیکھ کر وہ کہنے لگے۔

میں آپ کو مجبور نہیں کر رہا۔ آپ اچھی طرح سوچ لیں۔ اگر دل مانے تو کل آ جائیے گا میں آپ کو باقی تفصیل سمجھا دوں گا۔

جی۔۔۔ اس نے اچانک خود کو آزاد محسوس کیا اور فوراً جانے کی اجازت چاہی۔ پھر باہر آ کر اس نے پلٹ کر نہیں دیکھا بلکہ یوں تیز تیز قدم اٹھانے لگی جیسے جلد سے جلد یہاں سے دور چلی جانا چاہتی ہو۔ عجیب سی وحشت سوار ہوگئی تھی اس پر اور خوف الگ کہ کہیں وہ اس کے تعاقب میں تو نہیں آ رہے۔

☆

گھر میں داخل ہوئی تو پر جان میں جان آئی اور فوراً سوچ لیا کہ دوبارہ وہاں نہیں جا ئے گی۔

کیا ہوا۔۔؟ اماں نے اسے دیکھتے ہی پوچھا تو وہ کندھے سے بیگ اتار کر ایک طرف اچھالتے ہو بولی۔

سانس تو لینے دیں۔ پر گرنے کے انداز میں پلنگ پر تقریباً آدھی لیٹ گئی اور لمبے لمبے سانس لیتے ہو بولی۔

نوکری اتنی آسانی سے نہیں ملتی۔ پتا نہیں قسمت میں کتنی خواری لکھی ہے۔

لو۔۔ ابھی تو آج پہلی بار گئی ہو اور ابھی سے قسمت کو کوس رہی ہو۔ اماں نے ناگواری سے ٹوکا پھر کہنے لگیں۔

مجھے پتا ہے نوکری آسانی سے نہیں ملتی لیکن انسان کوشش تو کرتا ہے۔ گھر بیٹھے تو کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

لو پانی پیؤ۔۔۔ نبیلہ اس کی آواز سن چکی تھی، پانی لیے اندر چلی آئی تو اماں بگڑ گئیں۔

تم اور سر چڑھاؤ اسے۔۔۔کوئی ایسا تیر مار کر نہیں آ رہی۔

آپ تو خواہ مخواہ میرے پیچھے پڑ جاتی ہیں۔ اب اگر نوکری نہیں ملی تو اس میں میرا کیا قصور۔۔۔؟ ہاں نہیں تو۔۔۔ وہ نبیلہ کے ہاتھ سے گلاس لیتے ہو وہاں سے اٹھ کر دوسرے کمرے میں آ گئی اور اسی طرح بڑبڑاتی رہی۔ کچھ دیر بعد نبیلہ اس کے پاس آ کر چپ چاپ بیٹھ گئی۔ جب اس کا بڑبڑانا ختم ہوا تب کہنے لگی۔

تمہیں اماں کی باتوں کا برا نہیں ماننا چاہیے۔ ایک تو عبید کی فکر۔۔ دوسرے گھر کی پریشانی۔۔۔

ہاں۔۔ ایک وہی تو جیسے پریشان ہیں ہمیں تو کوئی فکر نہیں۔۔۔؟ وہ خفگی سے بولی تو نبیلہ اسے سمجھاتے ہو کہنے لگی۔

پریشانی تو بیشک ہم سب کی ہے پھر بھی ہمیں انہیں حوصلہ دینا چاہیے۔ انہیں غصہ اس بات پر نہیں آیا کہ تمہیں نوکری نہیں ملی بلکہ تمہارے مایوس ہونے پر وہ خفا ہوئی ہیں اور میں بھی یہی کہوں گی کہ اتنی جلدی مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ قدرے توقف کے بعد کہنے لگی۔

ایک تو مجھ سے اب زیادہ دیر بیٹھا نہیں جاتا۔ خیر ڈیلیوری کے بعد میں کچھ کروں گی۔

آپ کیا کریں گی۔۔۔ اس نے چونک کر پوچھا۔

سلائی ہی کر لوں گی۔ اگر قسمت میں اسی طرح لکھا ہے تو یونہی سہی، عبید تو پتا نہیں۔۔۔

نبیلہ کی آنکھیں اچانک آنسوؤں سے بھر گئیں۔ آواز ساتھ چھوڑ گئی تو وہ جلدی سے اس کا ہاتھ تھام کر بولی۔

رونا نہیں بھابی۔۔۔ بھیا اگر بدل گئے ہیں تو غم نہیں کریں۔ دیکھیے گا ایک دن کتنا پچھتائیں گے۔ اور اس ایک لمحے میں وہ فیصلہ کر کے بولی۔

اور اب آپ کو کچھ بھی کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ مجھے جاب مل گئی ہے۔

کیا۔۔۔؟ نبیلہ نے بےیقینی سے دیکھا تو وہ مسکرا کر بولی۔

میں سچ کہہ رہی ہوں۔اماں کو تو میں یونہی تنگ کر رہی تھی۔ مجھے کل ہی سے جانا ہے۔

تو جاؤ۔۔۔ پہلے اماں کو بتاؤ۔

آپ بتا دیں مجھے تو وہ ڈانٹیں گی۔وہ نبیلہ کو بھیج کر خود لیٹ گئی اور نئے سرے سے ساری باتیں سوچنے لگی تو اب اس کے ذہن میں کتنے سوال اٹھنے لگے تھے۔

☆

وہ ایک بار پھر انکے سامنے بیٹھی تھی اور انہیں جیسے اس کے آنے کا یقین تھا جب ہی نہ چونکے نہ حیرت کا اظہار کیا۔اس کے برعکس بڑے آرام سے پوچھنے لگے۔

ہاں بو مس ربیعہ۔۔۔ آپ نے اپنے لیے کس شعبے کا انتخاب کیا۔۔۔؟

اور وہ کل سے سارا وقت جاب کے بارے میں سوچتی رہی تھی لیکن اس طرف دھیان ہی نہیں گیا تھا۔جب ہی بیوقوفوں کی طرح دیکھنے لگی۔تب وہ خود ہی کہنے لگے۔

میرا خیال ہے آپ کیلیے کمپیوٹر ٹھیک رہے گا۔جلد ہی سیکھ جائیں گی۔ میرے پاس مس یاسمین کام کر رہی ہیں۔آپ ان کے پاس بیٹھ جائیں۔ پھر تین ساڑھے تین بجے میرے گھر چلی جایئے گا۔

یس سر۔۔۔ لیکن۔۔ اب جب یہ طے ہو گیا تھا کہ وہ ان کی ملازم ہے تو کچھ پوچھتے ہو جھجک سی گئی۔

ہاں ہاں کہیے۔۔ انہوں نے حوصلہ دیا تو کہنے لگی۔

وہ سر۔۔۔آپ کے گھر میں میرا تعارف کیا ہو گا۔۔۔؟

آپ سنی کی ٹیوٹر بن کر جائیں گی۔ میں اپنی مسز کو فون کر دوں گا کہ سنی کیلیے ٹیوٹر بھیج رہا ہوں۔۔۔اور کوئی بات۔۔۔؟

نو سر۔۔ وہ کہتے ہوا ٹھنے لگی کہ انہوں نے روکا۔

ایک منٹ۔۔۔پھر دراز سے میں سے ایک لفافہ نکال کر اس کے سامنے رکھتے ہو بولے۔

اس میں میرے بیٹے کی حالیہ تصویر ہے،اچھی طرح دیکھ لیں۔میں نہیں چاہتا کہ اسے اچانک سامنے سے دیکھ کر دوسرے لوگوں کی طرح آپ بھی بلا ارادہ ہی سہی منہ موڑ لیں۔

جی۔۔؟ پتا نہیں کیوں اس کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا اور ان کے سامنے تصویر دیکھنے کی ہمت نہیں ہوئی کہ کہیں اس کی کوئی غیر اختیاری حرکت ان کے لیے دکھ کا باعث بنے یا انہیں ناگوار گزرے۔اسی خیال کے تحت اس نے لفافہ اٹھا کر اپنی گود میں رکھ لیا۔پھر پوچھنے لگی۔

مس یاسمین کہاں بیٹھی ہیں۔۔۔؟

میں انہیں بلاتا ہوں۔انہوں نے انٹر کام پر مس یاسمین بلایا اور اس کے آنے پر اس کے تعارف کے ساتھ بتایا کہ وہ اس کے پاس بیٹھے گی۔پھر وہ یاسمین کے ساتھ ہی ان کے کمرے سے نکل آئی۔

پلا دن تھا۔ وہ بس یاسمین کو کمپیوٹر کیساتھ کھیلتے ہو دیکھتی رہی۔ اسے وہ کھیلتی ہوئی لگ رہی تھی اور دلچسپ کھیل تھا کہ بٹن دبانے سے کبھی کوئی فیگر سامنے آ با کبھی کوئی چارٹ اور کبھی جیسے سارا کچھ گڈ مڈ ہو جاتا۔ ایک دو بارہ اس کا دل چاہا وہ آنکھیں بند کر کے کی بورڈ پر انگلیاں چلانا شروع کر دے۔ اس کے بعد دیکھے کیا ہوتا ہے۔۔۔؟

تم نے ابھی گریجویشن کیا ہے۔۔؟ یاسمین نے پوچھا تو وہ اپنی سوچوں سے نکل کر بولی۔

نہیں۔۔ گزشتہ سال۔

ایک سال کیا کرتی رہیں۔۔۔؟

کچھ نہیں۔۔۔ اطمینان سے گھر بیٹھی رہی۔

گھر میں بھی کہیں اطمینان ہوتا ہے۔۔۔؟ اسکرین پر نظریں جما یاسمین نے کہا تو وہ حیران ہو کر بولی۔

کیا مطلب۔۔۔؟ اور کہاں ہوتا ہے اطمینان۔۔۔؟

گھر میں بہر حال نہیں ہوتا۔ سو بکھیڑے۔۔۔ خواہ مخواہ کی ٹینشن۔۔۔ بچوں کا شور۔۔۔ بھاوجوں کی چخ چخ۔۔۔ اماں کا ٹوکنا۔۔۔ ابا کا چلانا۔۔۔۔ شام میں بھائی آئیں تو ان کی بک بک۔۔۔ خدا کی پناہ۔۔۔ ایک لمحہ کا اطمینان نہیں ہوتا۔ اس نے ایک منٹ میں اپنے گھر کا نقشہ کھینچ دیا اور وہ کیا کہتی ہنس بھی نہیں سکی۔ تب یاسمین اسے دیکھ کر پوچھنے لگی۔

تمہارے گھر میں یہ سب نہیں ہوتا کیا۔۔۔؟





نہیں۔۔ میرے گھر میں اپنے افراد نہیں ہیں۔

خوش قسمت ہو۔ کتنے آرام سے اس نے اسے خوش قسمت قرار دے دیا اور اس بار وہ ذرا ہنس کر رہ گئی۔

پھر جب تین بجے وہ آفس سے نکلی تو ڈرائیور گاڑی لیے موجود تھا۔ اسے دیکھتے ہی دروازہ کھول دیا۔ وہ بیٹھ گئی اور جیسے ہی گاڑی چلی اس نے بیگ میں سے تصویر والا لفافہ نکال لیا۔ صبح سے اس کا دھیان اس طرف تھا لیکن آفس میں دیکھنے کی ہمت نہیں ہوئی تھی کیونکہ خود اسے غیر اختیاری حرکت سرزد ہونے کا خدشہ تھا اور ابھی بھی کتنی دیر تک وہ بس لفافے کو ہی گھورتی رہی۔

پھر جب اسے یہ خیال آیا کہ کہیں اسی میں راستہ تمام نہ ہو جا، اس نے دھیرے دھیرے تصویر نکالی اور کیونکہ اسی پر نظریں جما بیٹھی تھی تو سچ مچ اس کے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور ایک لمحے کے بعد اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ سینے کے اندر دور دور تک کوئی آواز نہیں تھی گویا دل جیسے بند ہو گیا تھا اور اپنیز ندہ ہونے کا یقین کرنے کیلیے ہی اس نیا آنکھیں کھولی تو پھر وہی چہرہ سامنے تھا جو کہیں سے بھی انسان کا چہرہ نہیں لگ رہا تھا اور یہ تصویر تھی ابھی اسے حقیقت کا سامنا کرنا تھا جو واقعی اسے بہت مشکل لگ رہا تھا۔ دل چاہا گاڑی رکوا کر یہیں اتر جا اور اس جاب کا خیال دل سے نکال کر سیدھی گھر کی راہ لے۔ یوں بھی وہ خاصی بزدل واقع ہوئی تھی اور اس تمام عرصے میں پہلی بار اسے یہ خیال آیا کہ آخر اسی کا انتخاب کیوں کیا گیا۔۔۔؟ اور بھی تو

لڑکیاں تھیں اس کے مقابلے میں بہت ا یکٹو۔

اس نے شیشے سے باہر نظر دوڑا ئی۔ پتا نہیں کون سا علاقہ تھا اور وہ یہیں سیوا پسی کا سوچنے لگی تھی کہ عالمگیر صاحب کی بات یاد آ ئی۔ میں یہ تو نہیں کہوں گا کہ آپ کو جاب نہیں ملے کی لیکر بہت مشکل سے ملے گی کیونکہ ایک تو آپ سمپل گریجویٹ ہیں دوسرا یع وغیرہ وغیرہ۔ یعنی واقعی خواری اور وہ نئے سرے سے تگ ودو کر سکتی تھی لیکن حالات اس کی اجازت نہیں دے رہے تھے ابھی جو جاب مل گئی تھی، وہی غنیمت تھی۔ گہری سانس کھینچتے ہوا اس نے دوبارہ تصویر پر نظریں جما دیں۔ تبھی گاڑی ایک موڑ مڑ کر رک گئی اور ڈرائیور نے اتر کر اس کی طرف کا دروازہ کھول دیا۔ اس نے جلدی سے تصویر کو لفافے میں ڈال کر لفافہ بیگ میں رکھ لیا اور نیچے اتر کر اش عالی شان بنگلے کو دیکھنے لگی۔

چوکیدار۔۔۔ مس صاحب کو بیگم صاحب کے پاس لے جاؤ۔ ڈرائیور نے چوکیدار کو پکار کر کہا تو وہ جیسے زبردستی خود کو گھسیٹتی ہوئی چوکیدار کے پیچھے چل کر اندر آئی۔ وہ قصداً ادھر ادھر دیکھنے سے گریز کر رہی تھی اور سر بھی جھکا ہوا تھا جب ہی اسے اندازہ نہیں ہوا کہ وہ کن مرحلوں سے گزر کر بیگم صاحبہ کے کمرے تک پہنچی ہے۔

تم ربیعہ ہو۔۔۔؟ اس آواز پر اس نے سر اٹھایا تو سامنے خاصی گریس فل خاتون موجود تھیں، قدرے سٹپٹا کر ان کی بات کا جواب دینے کے بجا اسنے سلام کر دیا۔

جیتی رہو۔۔ آ ؤ بیٹھو۔ انہوں نے کہا تو وہ ان کے بیڈ کے کنارے خاصے تکلف سے





بیٹھ گئی۔

تم سنی کو پڑھاؤ گی۔ بغور اس کا جائزہ لیتے ہوا ان کا انداز سوالیہ نہیں تھا۔ اس نے ذرا سا اثبات میں سر ہلا دیا۔ یوں بھی وہ کچھ مرعوب سے ہو رہی تھی۔ انہوں نے ملازمہ کو بلا کر اسے سٹنگ روم میں لے جانے کو کہا پھر اس سے کہنے لگیں۔

تم چلو۔۔۔ میں سنی کو بھیجتی ہوں۔

وہ چپ چاپ اٹھ کر ملازمہ کے پیچھے چل پڑی۔ پھر سٹنگ روم میں بیٹھتے ہی اس نے کافی محتاط نظروں سے ادھر ادھر دیکھا۔ کمرہ بہت سادہ تھا یعنی نہ فرنیچر کی بہتات نہ کوئی ڈیکوریشن پیس۔ البتہ گلاس وال سے پرے کا منظر انتہائی دلکش تھا جہاں سے غالباً ابھی کچھ دیر پہلے وہ گزر کر آئی تھی لیکن اس وقت دھیان نہیں دیا تھا۔ برآمدے اور چار اسٹیپ پر وائیٹ ماربل کا فرش تھا۔ اس سے آگے سرخ اینٹوں کی روش پھر بہت خوبصورت لان۔۔۔ وہ اس دلکشی کو دل ہی دل میں سراہ رہی تھی کہ سنی اس کے سامنے آ کر بولا۔

ہیلو ٹیچر۔۔ وہ خوبصورت سے بچے کو دیکھ کر بیساختہ مسکرائی۔ پھر اسکا ہاتھ پکڑ کر پاس بٹھاتے ہو بولی۔

مجھے تمہارا ہیلو کہنا بھی اچھا لگا ہے لیکن آ ئندہ ہم ایک دوسرے کو سلام کیا کریں گے۔۔ ٹھیک۔۔؟

آپ روزانہ آئیں گی۔ بچے نے معصومیت سے پوچھا۔

ہاں۔۔ کیوں۔۔؟ کیا تمہیں پڑھنا اچھا نہیں لگتا۔۔۔؟

اچھا لگتا ہے۔

بس تو میں روزانہ تمہیں پڑھانے آؤں گی۔ اب جلدی سے بتاؤ کون سی کلاس میں پڑھتے ہو۔

ون میں۔

ویری گڈ۔۔۔ اس نے سنی کا گال تھپک کر شاباش دی پھر اس کا بیگ کھولنے لگی تھی کہ عقب سے آواز آئی۔

سنی۔۔۔ یہ کون ہیں۔۔۔؟ اسے پہلا خیال اس کا آیا اور بیگ پر آپ ہی آپ اس کے ہاتھ کی گرفت مضبوط ہوگئی۔ جبکہ اندر دل کی وہی کیفیت تھی کہ دل اگر بند نہیں ہوا تھا تو ہونے والا تھا۔

ماما۔۔۔ یہ میری ٹیچر ہیں۔ سنی نے شوق سے بتایا۔

اچھا۔۔۔ پتا نہیں اس کی ذرا سی ہنسی کس کیلیے تھی۔ پھر غالباً وہ وہیں سے پلٹنے لگا کہ سنی پکار کر بولا۔

ماما۔ آپ ٹیچر سے نہیں ملیں گے۔۔۔؟

نہیں۔۔۔ اس کے لہجے کی سختی اس نے صاف محسوس کی۔ دل ہی دل میں شکر کرنے لگی تھی کہ سنی مچل کر بولا۔





کیوں ماما۔۔۔؟ اتنی اچھی ٹیچر ہیں۔ آپ انہیں آ کر ہیلو کہیں۔ پھر غالباً اس کی بات یاد آنے پر کہنے لگا۔

ہیلو نہیں سلام کریں۔

چلیے۔۔۔ آپ میرا اسلام کہہ دیں۔ اس نے شاید بچے کا دل رکھا اور بچے کی سمجھ میں نہیں آیا اس کا سلام کیسے کہے۔ تب اس کی کلائی پر ہاتھ رکھ کر بولا۔

ٹیچر۔۔۔ سلام کریں ناں۔۔۔ اور ظاہر ہے بچے کا تو بہانہ تھا۔ اصل میں تو شاید وہ اسی کی ٹیچر تھی۔ اس لیے بھیجی گئی تھی پھر کب تک نظریں چراتی۔ اس خیال کے تحت اچانک ہی جانے کیسے ہمت کر کے وہ اپنی جگہ سے کھڑی ہوگئی اور پوری اس کی طرف گھوم کر بولی۔

السلام علیکم۔۔۔ وہ ایک لمحہ کو اپنی جگہ حیران ہوا۔ پھر غالباً اس سے اپنا آپ چھپانے کی خاطر فوراً اس کی طرف سے پیٹھ موڑ کیا اور جس لمحے سے وہ خوفزدہ تھی وہ گزر چکا تھا۔ یوں کہ پتا بھی نہیں چلا۔ تب وہ سہولت سے بولی۔

سلام کا جواب تو دیتے جایئے۔۔۔

ہاں۔۔۔ وعلیکم السلام۔۔۔ اس نے چونک کر کہا اور تیز قدموں سے کمرے سے نکل گیا۔ تب گہری سانس کے ساتھ وہ دوبارہ بیٹھتے ہوئے سنی کو دیکھ کر قصداً مسکرائی جبکہ دھیان اسکی طرف تھا۔ سنی نے خود ہی اپنا بیگ کھول کر ڈائری نکالی اور اسکی طرف بڑھا کر بولا۔

ٹیچر۔۔۔ میری ڈائری دیکھیں۔

اس نیچونک کر اس کے ہاتھ سے ڈائری لے لی۔ پھر اسی کے مطابق اسے ہوم ورک کروانے لگی۔ اس کام میں اسکا بالکل دل نہیں لگا۔ اگر ایسا ایسا کوئی شوق ہوتا تو وہ بڑے آرام سےگھر بیٹھ کر بچوں کو ٹیوشن پڑھا سکتی تھی۔ البتہ کمپیوٹر کا کھیل اسے اچھا لگا تھا۔ اس نے سوچا وہ جتنی جلدی ہوسکا کمپیوٹر سیکھ کر کہیں اور جاب تلاش کرلے گی۔ بہرحال بری بیدلی سے اس نیا آدھے گھنٹے میں ہی بچے کو فارغ کر دیا۔ اس کے بعد بیگم صاحبہ سے اجازت لینے کی غرض سے ان کے کمرے کی طرف آئی تو اندر سے اسکی آواز آرہی تھی۔

سنی کو میں خود پڑھادوں گا۔ آپ اس لڑکی سے کہیں آئندہ یہاں نہیں آ۔

بیٹا۔۔۔ سنی تمہارے ساتھ صرف شرارت کرتا ہے پڑھ نہیں سکتا۔ کیا پہلے تم کوشش نہیں کر چکے۔۔؟

وہ تو میرا اپنا موڈ نہیں تھا۔ اب سنجیدگی سے پڑھاؤں گا۔

ٹھیک ہے۔۔۔ تم بھی پڑھا لینا اور گھنٹہ بھر ربیعہ بھی۔

نہیں مما۔۔۔ اور کوئی نہیں بس آپ اسے منع کردیں۔ وہ بچوں جیسے ضدی لہجے میں بولا اور ان کی مزید کوئی بات سنے بغیر کمرے سے نکلا تو اسے دیکھ کر ٹھٹک گیا اور وہ بالکل غیر ارادی طور پر سر جھکا گئی۔ یوں بھی زیادہ دیر تک اس پر نظریں جمانا ممکن نہیں تھا۔ جب وہ قریب سے نکل کر چلا گیا تب وہ کمرے میں داخل ہوکر بولی۔

میرے لیے کیا حکم ہے بیگم صاحبہ۔۔؟





تم اس کی باتیں سن چکی ہو اب میں کیا کہوں۔۔۔ انہوں نے کچھ بھی کہنے سے معذوری ظاہر کی تو اس نے انجان بن کر پوچھا۔

وہ کیوں منع کر رہے ہیں۔۔۔؟

بس بیٹا۔۔۔ اصل میں وہ کسی کا گھر میں آنا پسند نہیں کرتا۔ سمجھتا ہے سب اس کا مذاق اڑائیں گے۔ انہوں نے تاسف سے بتایا تو وہ کچھ دیر رک کر بولی۔

اگر آپ اجازت دیں تو میں خود ان سے بات کرلوں۔

تم۔۔۔؟ انہوں نے حیران ہوکر اسے دیکھا پھر دکھ سے بولیں۔

وہ تم سے ٹھیک سے بات نہیں کرے گا۔ میرا مطلب ہے، ہوسکتا ہے تم پر چیخنے چلانے لگے اور تم سے فوراً نکل جانے کو بھی کہہ سکتا ہے۔

پھر بھی میں ایک کوشش کرلے دیکھ لیتی ہوں۔ وہ ان کی باتوں پر اندر ہی اندر جزبز ہوکر بولی اور یہ اس کی مجبوری تھی ورنہ اس کا اپنا دل چاہ رہا تھا کہ فوراً یہاں سےچلی جا اور دوبارہ کبھی پلٹ کر نہ آئے۔

تمہاری مرضی۔۔۔

ان کی اجازت ملتے ہی وہ ان کے کمرے سے نکل آئی۔ لاؤنج میں کھڑے سنی سے اس نے اس کے ماما کا پوچھا اور اس کے کمرے کی طرف آ گئی۔ کمرے کا دروازہ لاک نہیں تھا پھر بھی اس نے ہکلے سے ناک کیا اور کم آن کی آواز پر دل مضبوط کرکے اندر داخل ہوئی۔ غالبا

اس کا اسٹڈی روم تھا۔ دیوار گیر الماریوں میں ترتیب سے کتابیں سجی تھیں۔ کمرے کے درمیان میں بڑی سی ٹیبل جس کے اطراف چھ کرسیاں رکھی تھیں وہیں وہ بیٹھا تھا۔ دروازے کی طرف اس کی پشت تھی۔ کچھ دیر پہلے وہ اسی طرح بیٹھی تھی اور وہ عقب سے آیا تھا۔ اب وہ عقب میں کھڑی تھی۔ بڑی دقتوں سے خود کو بولنے پر آمادہ کیا تو اس قدر کہہ سکی۔

سنیں۔۔ اس کا چونکنا وہ دیکھ رہی تھی۔ پھر ہاتھوں کی مٹھیاں زور سے بھینچ کر اس نے ٹیبل پر رکھیں جیسے خود پر ضبط کر رہا ہو اور اپنی کوشش میں کسی حد تک کامیاب ہو کر بولا۔

فرمایئے۔۔۔

کیا آپ کو میرا آنا اچھا نہیں لگا۔۔؟ وہ جلدی میں یہی کہہ سکی۔

مجھے کسی کا بھی آنا اچھا نہیں لگتا۔

میں صرف اپنی بات کر رہی ہوں۔ اس نے کوئی ایسی بات تو نہیں کی تھی پھر بھی پتا نہیں کیوں وہ ایک دم کھڑا ہو کر اسے دیکھنے لگا اور وہ مسلسل اس کوشش میں مصروف تھی کہ نظریں اس کے چہرے پر جما رکھے لیکن بار بار زاویہ بدلنا پڑتا۔ تب وہ قدم بڑھا کر اس کے مقابل آ کر بولا۔

کہاں تک خود پر جبر کریں گی آپ۔۔۔؟ مجھے بتائیں کیا مجبوری ہے آپ کے ساتھ۔

۔۔؟ کیا ضرورت ہے۔۔۔؟ میں یونہی پوری کر دوں گا۔

وہ اچانک کم مائیگی کے احساس میں گھر کر تاسف سے بولی۔

میں جانتی ہوں، آپ بڑے آدمی ہیں۔ ہزاروں کی ضرورتیں پوری کرتے ہوں گے لیکن معاف کیجیے گا آغا جہانگیر۔۔۔ میں بھیک لینے سے پہلے مر جانا پسند کروں گی۔

میں بھیک نہیں دے رہا۔

بنا محنت کے لیا ہوا ایک پیسہ میرے لیے بھیک ہو گا۔ وہ اپنی بات کہہ کر جانے لگی کہ اس نے پکار لیا۔

سنیں مس۔۔ وہ رک گئی لیکن اس کی طرف پلٹی نہیں۔ اچانک آنکھوں میں جو نمی اتر آئی تھی اسے صاف کرنے لگی اور کچھ دیر انتظار کے بعد وہ کہنے لگا۔

آپ کی مرضی۔۔۔ شوق سے سنی کو پڑھائیں لیکن میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ آپ زیادہ دن تک یہ جاب جاری نہیں رکھ سکیں گی۔

آپ کس بنا پر اتنے یقین سے کہہ رہے ہیں۔۔۔؟

میری طرف دیکھیں۔ اس نے پلٹ کر نہیں دیکھا۔ اسی طرح کھڑی رہی۔ تب وہ قدرے تلخی سے بولا۔

آپ میں تو مجھے دیکھنے کا حوصلہ ہی نہیں ہے مس۔۔۔ جبکہ میں یہاں ہر قدم پر نظر آؤں گا۔

(اف۔۔۔) پتا نہیں کس امتحان میں ڈال رہا تھ۔۔۔؟ حوصلہ تو واقعی اس میں نہیں تھا۔

پھر اس کی طرف پلٹ کر بولی۔

آپ کو میری آزمائش مطلوب ہے۔ کہیے کہاں تک دیکھوں۔۔؟ نظریں اس کے چہرے پر تو جما دیں لیکن اندر دل کا عالم یہ تھا کہ ابھی اچھل کر حلق سے باہر جا گرے گا اور اس نے سوچ لیا آر یا پار۔۔۔ کتنی دیر گزر گئی پھر وہ خود ہی رخ موڑ گیا تو اس کے چوڑے شانوں کے پیچھے اسے اپنا وجود بہت چھوٹا سا لگا۔ اب مزید کہنے کو کچھ نہیں تھا۔ وہ سست روی سے اس کے کمرے سے نکل آئی اور سنی کو اگلے دن آنے کا کہہ کر باہر آ گئی۔

گھر میں داخل ہوئی تو غیر معمولی خاموشی کا احساس ہوا۔ گھر میں اگرچہ پہلے بھی شور تو نہیں ہوتا تھا پھر بھی اماں کچھ نہ کچھ کرتی رہتیں اور انہیں اپنے آپ بولنے کی عادت تھی جبکہ اب ایک دم خاموشی تھی۔ اس نے پہلے اماں کے کمرے میں جھانکا وہ جا نماز پر بیٹھی تسبیح پڑھنے میں مصروف تھیں۔ تب وہ الٹے پیروں نبیلہ کے پاس آ گئی۔ وہ آنکھوں پر ہاتھ رکھے پتا نہیں سو رہی تھی یا یونہی لیٹی تھی۔

بھابی۔۔ اس نے آہستہ سے پکارا۔ کوئی جواب نہیں آیا لیکن اس نے محسوس کر لیا کہ وہ سو نہیں رہی تب آ کر اس کے قریب بیٹھ گئی۔

یہ کون سا سونے کا وقت ہے۔۔۔؟ اس نے کہتے ہو نبیلہ کی آنکھوں سے بازو ہٹایا تو وہ ٹھٹک گئی۔ شدت گریہ سے اسکی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں اور پہلے ہی آغا جہانگیر کو دیکھ کر اس کے حساسات عجیب سے ہو رہے تھے۔ مزید دل سہم سا گیا۔ نبیلہ کے بازو پر اس کے ہاتھ کی گرفت آپ ہی آپ مضبوط ہو گئی اور اس سے کچھ پوچھنے سے پہلے وہ خود کو ہر قسم کی صورتحال





کے لیے تیار کرنے لگی۔ اچانک فضا کتنی بوجھل ہو گئی تھی۔ اس کا ذہن کچھ بھی سوچنے سے قاصر رہا تب نبیلہ کو دیکھ کر پوچھا۔

کیا ہوا ہے بھابی۔۔؟ اماں نے کچھ کہا ہے۔۔۔؟

نفی میں سر ہلاتے ہو نبیلہ کی آنکھیں پھر چھلکنے لگیں اور اس نے تکیے کے نیچے سے لفافہ نکال کر اس کی طرف بڑھا دیا۔

کس کا خط ہے۔۔؟ اس نے لفافہ لیتے ہوئے یونہی پوچھا پھر خط نکال کر جلدی جلدی پڑھنے لگی۔ بھیا کا خط تھا اور انہوں نیلکھا تھا۔

پیاری اماں۔۔۔

امید ہے گھر میں خیریت ہوگی۔

اپنیبارے میں کیا لکھوں اچھے دنوں کی تلاش میں نکلا تھا لیکن جانے خدا کو کیا منظور ہے سنگاپور تک تو خیریت سے پہنچ گیا۔ میرے ساتھ تین چار لڑکے اور بھی تھے۔ سارا دن ہم نے سنگاپور میں گزارا اور طے یہ ہوا تھا کہ رات میں ایجن ہمیں جنگل کے راستے لائیشیا لے جا گا۔ بہرحال وقت مقررہ پر ایجنٹ ہم پانچوں کو لے کر چل پڑا۔ راستے اس کے جانے پہچانے تھے۔ اس لیے ہم بھی مطمئن تھے۔ پھر رات کے کسی پہر ہم نیا یک جگہ پڑاؤ ڈالا اور سو گئے۔ بس یہیں سے ہماری بدقسمتی کا آغاز ہوا۔ صبح آنکھ کھلی تو ایجنٹ غائب۔ خود تو بھاگا ہی ساتھ ہمارے پاسپورٹ اور جس بیگ میں جتنی رقم تھی سب لے گیا۔

آپ اندازہ کرسکتی ہیں کہ ہم کس مشکل میں گھر گئے ۔ نہ آگے جاسکتے تھے نہ واپسی کا راستہ تھا۔ پھر بھی اللہ کا نام لے کر چل پڑے اور ملائیشیا میں داخل ہوتے ہی غیر قانونی داخلے کے جرم میں گرفتار ہو گئے ۔ ایک سال کی سزا سنائی گئی ۔ چھ ماہ گزر چکے ہیں اتنا ہی عرصہ باقی ہے۔ میں نے آپ کو خط اس لیے نہیں لکھا کہ آپ لوگ پریشان ہوں گے لیکن آج اچانک خیال آیا کہ یہ پریشانی تو اور زیادہ ہوگی کہ میری کوئی اطلاع نہیں ۔ پتا نہیں کیا گناہ ہوا تھا یا شاید آپ کی نافرمانی کرنے کی سزا مل رہی ہے۔ اچھا بھلا گھر بار چھوڑ کر نکل آیا۔ میرے ساتھ بلکہ مجھ جیسے سب لوگوں کیساتھ ایسا ہی ہونا چاہیے۔ اپنی مٹی کا کھا کر جوان ہوتے ہیں اور جب اسے کچھ دینے کا وقت آتا ہے تو منہ موڑ کر چل دیتے ہیں۔

ہو سکے تو آپ مجھے معاف کر دیں اور میرے لیے دعا کریں۔ نبیلہ اور ربیعہ کیسی ہیں میں ان دونوں سے بھی شرمندہ ہوں۔

آپ کی دعاؤں کا محتاج۔۔۔عبید

اس کی آنکھیں دھندلا گئی تھیں۔ بڑی مشکل سے اس سے خط تمام کیا اس کے بعد وہ کتنی دیر تک کسی طرح گم صم بیٹھی رہی۔ بھیا کے بارے میں تشویش تو تھی لیکن اس قسم کی کوئی بات تو بھلے سے بھی نہیں سوچی تھی۔ کتنی مشکل میں تھے وہ اور ستم یہ کہ یہاں سے کوئی کچھ نہیں کرسکتا تھا۔ زندگی میں بعض مقام ایسے بھی آتے ہیں جب انسان بالکل بے بس ہو کر رہ جاتا ہے۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ نبیلہ کو دو حرف تسلی کے کیسے کہے۔ بہت کوشش کرنے کے بعد بھی وہ





ایک لفظ نہیں کہہ سکی تو اٹھ کر کچن میں آ گئی۔ چولہے پر چا کا پانی رکھا اور سیڑھی پر بیٹھ کر پیشانی گھٹنوں سے ٹکا لی۔ آنسو جیسے چھلکنے کو بیتاب تھے اور اب اس نے روکنے کی کوشش بھی نہیں کی۔ کتنی دیر بعد اماں نے آ کر جھانکا۔ چولہے پر جا کا پانی سوکھ چکا تھا اور اسے اپنا ہوش نہیں تھا۔

ربیعہ۔۔۔اماں نے اس کے کندھوں سے تھام کر ہلایا تو وہ ان کے سینے میں منہ چھپا کر سسکنے لگی۔ آواز سن کر نبیلہ بھی وہیں آ گئی اور اب اماں ہی کو انہیں سنبھالنا تھا۔ کمال ضبط کا مظاہرہ کرتے ہو دونوں کو چپ کرایا پھر ڈانٹنے لگیں۔

شکر کرو۔۔۔ اللہ نے کسی بڑے امتحان میں نہیں ڈالا۔ کچھ وقت گزر گیا ہے کچھ گزر جا گا۔ دعا کرو اللہ ساتھ خیریت کے اسیواپس لا۔۔۔اور دیکھو۔۔۔ خبردار کسی کو بتانا مت۔ لوگوں کو تو یوں بھی کوئی موقع چاہیے ہوتا ہے۔ جاؤ جا کر منہ ہاتھ دھو لو میں کھا اگرم کر کے لاتی ہوں۔

وہ دونوں ایک دوسرے سے نظریں چراتی ہوں کچن سے نکل آئیں۔

اس کی نظریں کی بورڈ پر حرکت کرتی یاسمین کی انگلیوں پر جمی تھیں لیکن ذہن اپنی ہی پریشانیوں میں الجھا تھا۔ کتنی سوچیں تھیں اور ہر سوچ کے اختتام پر سوالیہ نشان۔

تمہیں کیا پریشانی ہے۔۔۔؟ یاسمین نے اس کی طرف دیکھے بغیر پوچھا تو وہ چونک کر دیکھنے لگی۔ حیران بھی ہوئی کہ اسے کیسے پتا چلا کہ وہ پریشان ہے۔

نہیں بتانا چاہتیں تو مت بتاؤ۔ اس کے خاموش رہنے پر یاسمین نے اس انداز سے کہا

جیسے اسے کوئی پرواہ نہیں۔تب وہ ذرا سا ہنسی۔

مجھے کیا پریشانی ہو سکتی ہے بھلا۔۔۔؟

خیر۔۔۔ یہ تو نہ کہو۔۔۔ یہاں ہر شخص پیدائش کے وقت سے ہی اپنے ساتھ ایک عدد پریشانی لے کر پیدا ہوتا ہے اور مزے کی بات یہ ہے کہ اس پریشانی سے نجات کی کوشش میں وہ مزید پریشانیاں اپنے سر لاد لیتا ہے۔ یاسمین بڑے ہلکے پھلکے انداز میں کہہ کر خود ہی ہنسی پھر اسے دیکھ کر پوچھنے لگی۔

کیا میں غلط کہہ رہی ہوں۔۔۔؟

نہیں۔۔۔ لیکن تم نے ہر شخص غلط کہا ہے۔ یہ سوغاتیں تو ہم مڈل کلاس والوں کے حصے میں آتی ہیں جبکہ بڑے لوگ۔۔۔

آں ہاں،،، یاسمین فوراً ٹوکتے ہو بولی۔

بیوقوف ہو تم۔۔ بڑے لوگوں کے دکھ بھی بڑے ہوتے ہیں اور ان کی ایک پریشانی ہماری سو پریشانیوں پر بھاری ہوتی ہے۔اس حساب سے تو سمجھو ہم خوش نصیب ٹھہرے۔

واقعی۔۔ وہ قائل ہو کر بولی۔تبھی انٹر کام پر باس کی طرف سے اس کا بلاوا آ گیا تو ذہن کو پوری طرح حاضر کرتے ہوا ان کے کمرے میں آ گئی۔ وہ فون پر بات کر رہے تھے۔ اچٹتی نظر اس پر ڈالی ضرور لیکن بیٹھنے کیلیے نہیں کہا۔ جب فارغ ہو گئے تب اسے دیکھ کر پوچھنے لگے۔

ہاں بی بی۔۔۔ کل آپ کو کوئی پرابلم تو نہیں ہوئی۔۔۔؟





نوسر۔۔ وہ یہی کہہ سکتی تھی۔

گڈ۔۔۔ انہوں نے پرسوچ انداز میں سر ہلایا پھر کہنے لگے۔

ایک بات یاد رکھیے گا۔۔۔ سب کچھ ایک دم نہیں ہو جاتا۔ دھیرے دھیرے اور جب موقع دیکھیں اس سیبات کریں اور جب وہ آپ کو اپنا دوست سمجھنے لگے تب آپ اسے چہرے کی سرجری پر آمادہ کر سکتی ہیں۔اس سے پہلے اگر کوئی بات کریں گی تو وہ ہتھے سے اکھڑ جا گا۔ لہذا بہت محتاط رہیے گا۔

جی۔۔۔

اور ہاں۔۔ گھر آپ نے دیکھ لیا ہے اب آپ خود چلی جایئے گا۔ وہ کچھ نہیں بولی تب انہوں نے جانے کے لیے کہا تو وہ دوبارہ اپنے کمرے میں آ گئی۔ انتہائی بیدلی سے بیگ اٹھایا اور بڑے سے دوپٹے کو پھیلا کر اوڑھ رہی تھی کہ یاسمین پوچھنے لگی۔

جا رہی ہو۔۔؟

ہاں۔۔ یہاں کی ڈیوٹی ختم۔ وہ بے دھیانی میں کہہ گئی۔

کیا مطلب۔۔۔؟ پارٹ ٹائم بھی کہیں جاب کر رہی ہو۔

ارے نہیں۔۔ وہ ہنسی اور وضاحت کیے بنا باہر آ گئی۔

پھر سنی کو کوئی گھنٹہ بھر اس نے پڑھایا۔ کچھ دیر بیگم صاحبہ کے پاس بھی بیٹھی لیکن اس تمام وقت میں وہ نظر نہیں آیا اور نہ صرف اس دن بلکہ اگلا پورا ہفتہ اس پر نظر نہیں پڑی۔ غالباً وہ جان

بوجھ کر اس کی آمد پر خود کو اپنے کمرے میں بند کر لیتا تھا اور اس طرح تو وہ کچھ بھی نہیں کر سکتی تھی۔ اگر اس کا کام صرف سنی کو پڑھانا ہوتا تو حقیقتاً وہ اس کا سامنا نہ ہونے پر شکر کرتی لیکن وہ تو بھیجی ہی اس کے لیے گئی تھی اور وہی غائب۔ اس روز سنی کو ہوم ورک کرواتے ہوا اس نے پوچھ لیا۔

سنو۔۔ تمہارے ماما کہاں ہیں۔۔؟

ماما اپنے اسٹڈی روم میں ہیں۔سنی نے لکھنے میں مصروف رہ کر جواب دیا تو وہ کچھ دیر سوچنے کے بعد بولی۔

تم ہوم ورک کرو میں ابھی آتی ہوں۔

آپ ماما کے پاس جا رہی ہیں۔۔۔؟سنی کے پوچھنے پر وہ ذرا مسکرائی۔

ہاں۔۔ مجھے ان سے ایک کتاب لینی ہے۔بس ابھی آتی ہوں۔

وہ اس کا گال تھپک کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ پھر اس کے کمرے کی طرف جاتے ہوۓ وہ خاصی پزل سی ہو رہی تھی اور کچھ عجیب سا بھی لگ رہا تھا لیکن جا بنا چارہ بھی نہیں تھا۔ بہت ہلکے سے دروازے پر دستک دی اور کم ان کی آواز پر اندر داخل ہوئی تو وہ اسی کی طرف دیکھ رہا تھا۔ غالباً اس کی آمد غیر متوقع تھی جب ہی پہلے حیران ہوا پھر ناگواری سے چہرہ دوسری طرف موڑ لیا تو وہ بہت سنبھل کر بولی۔

شاید آپ کو میرا آنا ناگوار گزر رہا ہے۔۔؟





فرمائیے۔۔ کیا کام ہے۔۔۔؟ وہ اس کی طرف دیکھے بغیر بولا۔

کام تو کوئی نہیں البتہ ایک بات پوچھنی تھی۔ اس نے بے اختیار اس کی طرف چہرہ موڑ کر سوالیہ نظروں سے دیکھا تو صرف اس پر سے نظریں ہٹانے کی خاطر وہ ناخنوں سے کھیلتے ہو بولی۔

اول روز آپ نے کہا تھا کہ آپ ہر جگہ نظر آئیں گے لیکن اس کے بعد سے نظر ہی نہیں آ ۔میرا مطلب ہے اگر آپ نے میری وجہ سے خود کو پابند کر لیا ہے تو۔۔۔ وہ قصداً خاموش ہو گئی اور ذرا سی پلکیں اٹھا کر دیکھا تو وہ صاف گوئی سے بولا۔

آپ ٹھیک سمجھی ہیں۔ آپ ہی کی وجہ سے میں خود کو مقید کر لیتا ہوں۔

تو اس کا مطلب ہے میں یہاں نہ آیا کروں۔۔۔۔؟

میں آپ کو منع نہیں کر رہا۔

تو اور کیسے منع کیا جاتا ہے۔۔۔؟ آپ زبان سے نہ کہیں لیکن آپ کا رویہ تو یہی ظاہر کر رہا ہے۔خلاف مزاج وہ بڑی جرات کا مظاہرہ کر رہی تھی۔

آپ سنی کی ٹیچر ہیں صرف اسی سے مطلب رکھیں۔ دوسروں کے رویے سے آپ کو کیا غرض۔۔؟ وہ قدرے اکھڑے لہجے میں بولا تو وہ کچھ دیر سوچنے کے بعد کہنے لگی۔

ٹھیک ہے۔۔ مجھے صرف سنی سے مطلب رکھنا چاہیے لیکن کیا آپ کو سنی سے کوئی دلچسپی نہیں۔

کیوں نہیں۔۔؟

پھر تو آپ کو آ کر دیکھنا چاہیے کہ میں اسے کیا پڑھا رہی ہوں۔۔۔؟ بیگم صاحبہ تو غالبا اس وقت سو رہی ہوتی ہیں اور آپ کو بھی کوئی پرواہ نہیں۔اس طرح تو شاید میں خود اپنے کام سے انصاف نہیں کر سکوں گی۔ظاہر ہے جب کوئی پوچھنے والا ہی نہیں ہوگا۔۔۔

لیکن میں۔۔۔ وہ اس کی بات پر الجھ گیا۔انداز ایسا تھا جیسں سمجھ میں نہ آ رہا ہو کہ کیا کہے۔تب وہ ادھر ادھر دیکھتے ہو بولی۔

ٹھیک ہے۔۔۔آپ اس کمرے سے نکلنا نہیں چاہتے تو کل سے میں سنی کو یہیں بیٹھ کر پڑھا دیا کروں گی۔وہ اپنی بات ختم کرتے ہی کمرے سے نکل آئی۔

(اب کل جو ہوگا دیکھا جا گا)۔سنی کے پاس بیٹھتے ہوا اس نے سوچا۔پھر توجہ سے اسے پڑھانے لگی۔بچہ خاصا ذہین تھا منٹوں میں سبق یاد کر لیتا تھا۔پھر اس سے سوال کرنے لگتا۔اس وقت پوچھنے لگا۔

ٹیچر۔۔ آپ کا گھر کہاں ہے۔۔؟

میرا گھر۔۔؟اور گھر کیساتھ ہی اسے یاد آیا کہ آج اماں نے جلدی آنے کو کہا تھا کیونکہ صبح نبیلہ کی طبیعت کچھ خراب تھی اور اماں کا خیال تھا اسے ہاسپٹل لیجانا پڑے گا۔بس وہ فورا کھڑی ہوگئی۔سنی سے ہاتھ ملا کر خدا حافظ کہا اور باہر نکل آئی۔تمام راستہ اپنی یادداشت کو کوستی رہی کہ دن میں ایک بار بھی اسے خیال نہیں آیا اور اب پتا نہیں اماں اور نبیلہ کہاں ہوں گی۔پھر





گھر کا کھلا دروازہ دیکھ کر اسے قدرے اطمینان ہوا۔اندر آئی تو اماں کچن سے نکل رہی تھیں اسے دیکھتے ہی خوش ہو کر بولیں۔

بھتیجا مبارک ہو۔۔

بھتیجا۔۔؟وہ یکدم ہلکی پھلکی ہو گئی پھر فورا پوچھا۔

بھابی کہاں ہیں۔۔۔؟

اندر۔۔۔اللہ کا شکر ہے وقت پر دائی مل گئی تھی کوئی پریشانی نہیں ہوئی۔اماں اسے تفصیل بتانے لگیں لیکن اس کا دھیان نومود کی طرف تھا۔اچھا اچھا کرتی ہوئی اندر بھاگ گئی اور بیگ ایک طرف پھینک کر پہلے بچے کو بازوؤں میں اٹھایا پھر نبیلہ کو دیکھ کر شرارت سے ہنسی اور اس کے جھینپنے پر اسی انداز میں بولی۔

سچ کہوں بھابی۔۔ بچہ نہ آپ پر ہے نہ بھیا پر۔

پھر کس پر ہے۔۔۔؟

یہ اپنے دادا پر ہے۔بالکل ابا کی شکل کا لگ رہا ہے۔وہ بچے کو دیکھتے ہو بولی۔پھر اس کے نرم نرم گال پر ہونٹ رکھ دیے۔

اے پہلے منہ تو دھو لو۔اماں نے اسے ٹوکا تو وہ مصنوعی حیرت کا مظاہرہ کرتے ہو بولی۔

کیا مطلب ہے آپ کا۔۔۔؟کیا بغیر وضو کے اسے پیار نہیں کیا جا سکتا۔۔۔؟

لو۔۔میں نے وضو کرنے کو کب کہا۔۔؟

تواب کہہ دیجیے۔

باتیں بنانے کے بجاجاکر کچن میں دیکھو۔صبح سے کمر اکڑ گئی ہے۔اماں کمر پکڑ کر بیٹھ گئیں تو اس نے بچے کو ان کی گود میں ڈال دیا پھر خصوصا نبیلہ کے کھانے کا پوچھ کر کچن میں آ گئی۔ کچھ دیر بعد بچے کے رونے کی آواز آئی تو اسے لگا کتنے دنوں سے اس گھر میں چھایا جمود ٹوٹنے لگا ہے۔فضا بھی رنگ بدل رہی تھی۔تب اسے بھیا کا خیال آیا اور یہ کہ اگر وہ یہاں ہوتے تو اس خوشی کا رنگ بھی کچھ اور ہوتا اور نبیلہ بھی یقیناً ان کی کمی کو شدت سے محسوس کر رہی ہوگی۔پتا نہیں کیا کیا ارمان ہوں گے۔اس کے دل میں وہ سوچتے ہوا اندر آئی اور دراز میں سے اپنی جمع پونجی نکال کر اماں کے آگے رکھتے ہو بولی۔

اماں۔۔۔ کچھ مٹھائی وغیرہ منگوایئے ناں۔۔۔؟ اور اماں ماتھے پر ہاتھ مارتے ہو بولیں۔

لو۔۔۔میری بھی مت ماری گئی ہے۔کتنی بار پڑوس کے بچے کو بازار بھیجا، مٹھائی منگوانا بھول گئی۔

اب منگوا لیجیے۔۔۔بلکہ آپ خود لے آئیں۔وہ اماں کو بھیج کر نبیلہ کے پاس آ بیٹھی اور اس سے ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگی۔

☆

اگلے دن اس کا آفس جانے کو بالکل دل نہیں چاہ رہا تھا۔اماں نے بھی کہا کہ چھٹی کر لو لیکن نئی نئی جاب تھی۔ابھی پورا ایک مہینہ بھی نہیں ہوا تھا اس لیے دل نہ چاہتے ہو بھی جانا پڑا۔

آفس آئی تو معلوم ہوا یاسمین چھٹی پر چلی گئی ہے۔وہ خاصی بد دل ہوئی کیونکہ وہ تو ابھی سیکھنے کے مراحل میں تھی اور جب یاسمین ہی نہیں تھی تو اس کا کیا کام۔۔۔؟ کچھ دیر یونہی فارغ بیٹھی رہی پھر سر سے چھٹی لینے کی غرض سے ان کے کمرے میں چلی آئی اور ان کے کچھ پوچھنے سے پہلے ہی کہنے لگی۔

سر۔۔یاسمین تو نہیں آئی۔۔۔کیا میں بھی چلی جاؤں۔

جانا چاہیں تو چلی جائیں لیکن میرے گھر سے ہو کر جائی گا۔انہوں نے سہولت سے اسے اس کی اصل کام یاد دلایا اور وہ بہت جھنجھلاتی ہوئی باہر نکلی۔

(بھلا یہ کون سا وقت ہو جانے کا۔۔۔؟ اس وقت تو سنی بھی اسکول میں ہوگا اور کیا بہانا کرے گی۔۔۔؟) تمام وقت یہی سوچتی رہی۔گیٹ سے داخل ہوئی تو وہ لان میں کھڑا نظر آیا۔ایک ہاتھ میں رول کیا ہوا اخبار تھا اور جانے کس خیال کی گرفت میں تھا کہ پیشانی پر لکیر گہری ہو گئی تھی۔وہ اسے متوجہ کرنے کیلیے ذرا سا کھانسی تو وہ چونک کر اسے دیکھنے لگا اور بوکھلاہٹ میں وہ یہی کہہ سکی۔

وہ سنی۔۔۔؟

سنی تو اس وقت اسکول ہوتا ہے۔خلاف عادت اس نے نرمی سے جواب دیا لیکن وہ اپنی

بوکھلاہٹ پر قابو نہیں پا سکی۔

جی۔۔۔ مجھے معلوم ہے۔

پھر۔۔؟اس نے پوچھا پھر فوراً احساس ہونے پر کہنے لگا۔

آپ پلیز۔۔۔ اندر چلیں۔

نہیں بس۔۔۔ یہیں ٹھیک ہے۔

کیا ٹھیک ہے۔۔۔؟

میرا مطلب ہے میں ذرا جلدی میں ہوں بس یہ بتانے آئی تھی کہ میں آج سنی کو پڑھانے نہیں آسکوں گی۔اپنی بات ختم کر کے اس کی طرف دیکھا تو وہ قدرے تعجب کے اظہار کیساتھ بولا۔

کمال ہے۔۔۔ صرف یہی بتانے کیلیے آپ نے زحمت کی۔۔۔؟

میں جاؤں۔۔؟اسے جانے کی جلدی تھی۔

ایز یو لائیک۔۔ وہ ذرا سے کندھے اچکا کر لاتعلق سا ہو گیا تو وہ جلدی سے پلٹ کر باہر نکل آئی۔اچانک ہی اس شخص کا دکھ محسوس ہونے لگا اور بلا ارادہ اس کے بارے میں سوچنے لگی کہ پتا نہیں پہلے کیسا ہوگا۔۔۔؟باس نے بتایا تھا کہ وہ اپنے حلقے میں بہت مقبول تھا اور اب ایک دم سے تنہا ہو کر پتا نہیں وہ کیسے زندہ تھا۔۔۔؟وہ سچ مچ اس سے ہمدردی محسوس کرنے لگی۔

پھر سارا دن وقفے وقفے سے اس کا دھیان آپ ہی آپ اس کی طرف چلا جاتا۔کبھی





اس کے کل کو سوچتی جب زندگی اپنی تمام تر خوبصورتیوں سمیت اس پر مہربان تھی۔گو کہ وہ اس وقت اس سے نہیں ملی تھی پھر بھی سوچ سکتی تھی کہ جو وہ چاہتا ہوگا پا لیتا ہوگا۔سب کچھ اسے حاصل ہوگا اور آج وہ کتنا تہی دست تھا۔سب کچھ ہوتے ہو بھی غالباً لوگوں کے رویوں نے اسے اس درجہ مایوس کیا تھا کہ وہ خود پر زندگی کے دروازے بند کر رہا تھا۔

ابھی تک تو یہ جاب اس کی مجبوری تھی لیکن اس روز وہ ایک نئے عزم کیساتھ اس گھر میں داخل ہر ہی تھی۔سنی اپنا بیگ لے کر آیا تو وہ بڑیآرام سے اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کے اسٹڈی روم میں لے آئی اور وہ جس نے اس کی بات کو اہمیت نہیں دی تھی۔وہ واقعی حیران ہو گیا اور اس سے پہلے کہ کچھ کہتا وہ بول پڑی۔

ہم آپ کو ڈسٹرب نہیں کریں گے۔

وہ سر جھٹک کر دوبارہ کتاب میں مصروف ہو گیا۔تب وہ ٹیبل کے دوسرے سرے پر جا بیٹھی اور سنی کو دائیں طرف بٹھا کر فوراً اس کی ڈائری دیکھنے لگی۔

ٹیچر۔۔ آپ کل کیوں نہیں آئی تھیں۔۔۔؟سنی بیگ میں سے کاپیاں نکالتے ہو پوچھنے لگا۔

کل مجھے کچھ کام تھا۔اس نے جواب دینے کے ساتھ ڈائری اس کے سامنے رکھ دی اور ایک ایک سبجیکٹ کا ہوم ورک سمجھانے لگی۔پھر جب سنی لکھنے میں مصروف ہو گیا تو اس کی نظریں شیشے کی الماریوں میں بھٹکنے لگیں۔موٹی موٹی جلدوں میں پتا نہیں کون سے اسرار بند تھے۔۔۔

؟اس کا دل چاہا قریب جا کر دیکھے لیکن پتا نہیں وہ اجازت دے گا یا نہیں۔اس خیال کیساتھ ہی بے اختیار اسے دیکھا۔وہ حددرجہ لاتعلق نظر آیا۔جیسے اس کے علاوہ کمرے میں کوئی موجود ہی نہ ہو اور بہت کوشش کے بعد بھی وہ اسے متوجہ کرنے کی ہمت نہیں کر سکی تو سارا دھیان سنی پر مرکوز کر دیا۔وہ ہوم ورک کر چکا تھا۔دھیمی آواز میں اسے نظم (poem) یاد کرانے لگی۔

youthank

sweet.soworldthefor

youthank

eat.wefoodthefor

youthank

sing.thatbirdsthefor

youthank

thing.everyfor

پرسکون خاموشی میں اس کی دھیمی دھیمی آواز نے خوبصورت ارتعاش پیدا کر دیا تھا اور بنا حرکت کیے وہ کتاب پر سے نظریں ہٹا کر اسے دیکھنے لگا۔ ہلکے ہلکے سر ہلاتے ہوا اس کا پڑھنے کا انداز بے حد دلنشیں تھا۔سنی کو دہرانے کا اشارہ کرتی پھر اس کے ایک ایک لفظ پر اس کا سراسی انداز سے ہلتا۔آنکھیں سنی کے معصوم چہرے کو بڑے پیار سے تک رہی تھیں۔ہونٹوں کا کبھی





پھیلنا بھی سکڑنا اور کبھی ایک دوسرے سے ہم آغوش ہو جانا،وہ کوشش کے باوجود اس پر سے نظریں نہیں ہٹا سکا۔یہ تو نہیں تھا کہ وہ پہلی بار کسی لڑکی کو دیکھ رہا تھا۔سال بھر پہلے کتنی لڑکیاں اس کی دوست تھیں اور ان میں نیما اور عینی کے ساتھ اس کی اچھی خاصی انڈراسٹینڈنگ تھی لیکن انہیں دیکھ کر بھی وہ کبھی اس طرح بے اختیار نہ ہوا تھا اور شاید اس نے اپنے چہرے پر اس کی نظریں محسوس کر لی تھیں۔کچھ عجیب سا لگا اور سنی کے ہاتھ سے کتاب لے کر اس طرح سامنے کی کہ درمیان میں پردہ سا حائل ہو گیا۔وہ ذرا سا چونکا اور خود کو سخت سرزنش کرنے لگا۔تبھی اس کی آواز آئی۔

شاباش۔۔۔وہ سنی سے مخاطب تھی۔تم بہت اچھے بچے ہو۔بہت جلدی یاد کر لیتے ہو۔ اب ذرا یہ بتاؤ کہ اس نظم (poem) میں تمہیں کیا بتایا گیا ہے۔۔۔؟

تھینک یو گاڈ بچے نے اپنی عمر اور سمجھ کے حساب سے کہا تو وہ اس کی حوصلہ افزائی کرتے ہو بولی۔

ہاں۔۔ ہمیں اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔اس نے ہمیں اتنی بہت ساری چیزیں دی ہیں۔اتنے بہت پیارے رنگوں سے سجی یہ دنیا،اتنی پیاری زندگی۔۔۔

لیکن ٹیچر ماما تو کہہ رہے تھے یہ دنیا اچھی نہیں ہے۔سنی نے اس کی بات درمیان میں اچک لی۔

آپ کے ماما غلط کہہ رہے تھے۔وہ فوراً کہہ گئی اور اس نے جس انداز سے کتاب کو زور

سے بند کیا اس سے وہ اندر ہی اندر سہم گئی کہ اب پتا نہیں اس کا کیا حشر ہونے والا ہے۔ کچھ دیر تک انتظار کرتی رہی اور جب ادھر سے کوئی ردعمل ظاہر نہیں ہوا تب ہمت کر کے بولی۔

ذرا اپنے ماما سے پوچھو سال بھر پہلے انہیں دنیا کیسی لگتی تھی۔۔۔؟ سنی نے نا سمجھی کے عالم میں اپنے ماموں کو دیکھا پھر اسے دیکھنے لگا۔ بولا کچھ نہیں۔ تب وہ جو ایک کتاب سے درمیان میں پردہ تانے بیٹھی تھی، اسے ٹیبل پر رکھتے ہو بولی۔

بیٹا۔۔۔ ہم انسان بڑے ناشکرے ہیں۔ جب تک خوبصورت جوان اور توانا ہوتے ہیں۔ دنیا کے ساتھ بلکہ دنیا کو اپنے ساتھ چلا رہے ہوتے ہیں۔ اس وقت تک دنیا ہمیں بڑی اچھی لگتی ہے۔ اس کی رنگینیوں میں کھو کر ہم تھینک یو گاڈ کہنا ہی بھول جاتے ہیں۔ پھر جب کسی وجہ سے ہم دنیا کا ساتھ نہیں دے پاتے تو اسے برا کہتے ہیں۔ چ چ۔۔۔ یہ تو اچھی بات نہیں ہے ناں۔۔۔؟ سنی اس کی باتیں نہیں سمجھ رہا تھا پھر بھی آخر میں اس کے پوچھنے پر یونہی سر ہلانے لگا اور وہ سنی کو کب سنا رہی تھی، اس کی آڑ میں اس سے مخاطب تھی۔

آپ کے ماما کو کم ازکم آپ کیسامنے دنیا کو برا نہیں کہنا چاہیے۔ اس لیے کہ آپ کے سامنے طویل زندگی ہے۔ اس میں آپ کو بہت کچھ پانا ہے اگر ابھی سے آپ کا معصوم دل دنیا سے اچاٹ ہو گیا تو اپنے ماما کی طرح آپ بھی ایک کمرے میں بند ہو کر بیٹھ جاؤ گے اور یہ اچھی بات نہیں ہے۔ آپ باہر نکلو، سارے رنگ آپ کے ہیں لیکن ایک بات یاد رکھنا بیٹا کہ ان رنگوں میں کھو کر کبھی تھینک یو گاڈ کہنا نہیں بھولنا۔۔۔ اوکے۔۔؟

وہ سنی کا گال تھپک کر ہلکے سے مسکرائی اور جانے اس کی اپنی زندگی پر اس وقت کون سا رنگ تھا کہ مسکراتے ہو بھی وہ بے حد اداس اور تنہا سی لگ رہی تھی۔ بندہ خود تاریک راہوں پر کھڑا ہو اور دوسروں کو روشنی کی بشارت دے۔ کما تو تھا۔ وہ اچانک اس کے سامنے خود کو بہت چھوٹا محسوس کرنے لگا۔ کچھ مضطرب سے انداز میں اٹھتے ہو بولا۔

سنی۔۔ آپ کی ٹیچر ٹھیک کہہ رہی ہیں۔ دنیا تو آج بھی اسی طرح خوبصورت ہے بس ہم۔۔۔ اس کے دیکھنے پر وہ ہونٹ بھینچ کر الماری کی طرف بڑھ گیا۔ تب اس نے گھڑی پر نظر ڈالی پانچ بج رہے تھے۔

چلو بیٹا۔۔۔ اپنی کتابیں سنبھالو میں جا رہی ہوں۔ وہ کرسی دھکیل کر کھڑی ہو گئی اور سنی سے ہاتھ ملا کر دروازے تک آئی تھی کہ اس نے پکار لیا۔

سنیں ٹیچر۔۔ اس نے رک کر سوالیہ نظروں سے دیکھا تو فقط اتنا بولا۔

تھینک یو۔۔۔ وہ نہیں سمجھی اور وضاحت سننے کے لیے پوری اس کی طرف گھوم گئی تب اسے اپنی بات کہنی پڑی۔

آپ نے بروقت احساس دلا دیا ورنہ میں انجانے میں اس معصوم ذہن کو۔۔۔ آپ پلیز۔۔ بیٹھیں ناں۔۔۔ میں چا منگواتا ہوں۔ وہ اپنی پہلی کامیابی پر ذرا سا مسکرائی پھر معذرت کرتے ہو بولی۔

سوری۔۔ چا کے لیے رکی تو دیر ہو جا گی۔

ڈرائیور چھوڑ آئے گا۔

سوری اگین۔۔۔ میں گاڑی میں جانا افورڈ نہیں کرسکتی۔

آپ سمجھیں نہیں۔۔۔ میں ٹیکسی کی بات نہیں کر رہا۔ وہ اس کے الجھنے پر محظوظ ہوکر بولی۔

میں سمجھ گئی ہوں لیکن اپنی بات آپ کو نہیں سمجھا سکتی۔۔۔اوکے۔۔ خدا حافظ۔۔ وہ بڑے آرام سے اسے الجھتا چھوڑ کر باہر نکل آئی۔

پھر کتنے بہت سارے دن گزر گئے۔ وہ جو اتنی ڈرپوک اور بزدل ہوا کرتی تھی۔ وہ اس خوبی سے حالات سے نبرد آزما تھی کہ کسی کسی وقت اسے خود اپنے آپ پر حیرت ہوتی کہ وہ خود اندر سے شکستہ اور مایوس ہونے کے باوجود کسی طرح دوسروں کو حوصلہ دینے کھڑی ہوجاتی ہے۔ بھیا کے لیے وہ خود بہت فکرمند تھی۔ گو کہ اب ان کے خط باقاعدگی سے آتے تھے لیکن وہ آئندہ کا سوچتی تھی یعنی عزیز رشتہ دار سب اتنا جانتے تھے کہ بھیا باہر گئے ہوئے ہیں۔ یہ کسی کے علم میں نہیں تھا کہ وہاں وہ اسیری کے دن کاٹ رہے ہیں اور ان کی واپسی پر ظاہر ہے لوگ اسی حساب سے ان کی پذیرائی کریں گے جیسے باہر آنے سے والوں کی کی جاتی ہے۔ پھر ان سے جھوٹے موٹے تحایف کا مطالبہ بھی کیا جائے گا اور وہ جو خود تہی دست ہوں وہ کسی کو کیا دیں گے بھلا۔۔؟

(پتا نہیں اماں کی دوررس نگاہیں ان حالات تک رسائی حاصل کرسکی تھیں یا نہیں۔۔؟)





وہ ضرور سوچتی اور کڑھتی تھی اس کے باوجود جب بھی نبیلہ کو آزردہ یا مایوس دیکھتی اسے سمجھانے بیٹھ جاتی۔ اس طرح اس کی اپنی زندگی میں دور دور تک کوئی دیا نہیں جلتا تھا۔ کچھ لوگ جو اس کے انتظار میں تھے کہ اس کا بھائی باہر سے اس کے لیے بہت سا سامان لے کر آئے گا وہ یقیناً بھیا کے خالی ہاتھوں کو دیکھتے ہی منہ موڑ لیں گے اس لیے کسی خوش فہمی کا دامن تھام کر کچھ دیر کو ہی سہی اپنی اندھیری راہوں میں کوئی دیا نہیں جلایا تھا۔ اس کے باوجود آغا جہانگیر کے راستے میں چراغ رکھ رہی تھی اور یہ بھی جانتی تھی کہ ان چراغوں کی روشنی میں جب وہ اپنا راستہ پالے گا تو پھر اسے اپنی اس دنیا میں م ہوجا گا اور یہاں کچھ زیادہ حقیقت پسندی سے سوچتے ہو وہ کچھ غلطی کررہی تھی۔ اسے خبر ہی نہیں تھی کہ وہ چراغوں کی لو اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہے۔

اگر دنیا پھر سے حسین نظر آنے لگی ہے تو سارا حسن صرف اس کے وجود کا مرہون منت ہے۔ اگر زندگی سے پیار ہونے لگا ہے تو صرف اس کے لیے لیکن وہ اپنے جذبوں پر بند باندھنے پر مجبور ہے بلکہ بے حد خوفزدہ کہ ایسا نہ ہو کبھی انجانے میں ہی اظہار لبوں تک آجا اور جواب میں اگر لحاظ مروت کا دامن تھام کر وہ کچھ بھی نہ کہہ سکی تب بھی اس کی ایک نظر اسے مار ڈالنے کیلیے کافی ہوگی۔ سارا دن اسے سوچتے اس کا انتظار میں گزرتا اور جب وہ آتی تو خود پر ہزار پہرے بٹھا دیتا۔ کبھی بے اختیار بولنے میں پہل کرتا تو کبھی رک رک جاتا اور وہ کیونکہ بہت کم اسے براہ راست دیکھتی تھی اس لیے سمجھ نہیں پاتی تھی۔ قصداً سر جھکا کر کبھی ادھر ادھر دیکھتے ہوا اور اکثر سامنے رکھے گلدستے پر نظریں جما وہ روانی سے بول جاتی تھی۔ بہرحال اس

عرصے میں وہ اس کے ساتھ ہلکے پھلکے موضوعات پر بڑے آرام سے بات کرنے لگا تھا اور ظاہر ہے سنی کو پڑھانے کا تو بہانا تھا ورنہ اس کا اصل کام اسے مایوسیوں سے نکال کر یہ یقین دلانا تھا کہ وہ قابل نفرت نہیں ہے۔اس لیے اب وہ بڑے آرام سے سنی کو پندرہ منٹ میں ہوم ورک کروا کر فارغ کر دیتی پھر اس کیساتھ کوئی موضوع چھیڑ دیتی اور ہر معاملے میں خود اس کی اپنی معلومات صفر ہوتی کیونکہ اس نے بہت محدود زندگی گزاری تھی جبکہ اس کی نہ صرف معلومات بلکہ مشاہدہ بھی بے حد وسیع تھا پھر بھی وہ ظاہر نہیں کر رہا تھا بلکہ کم بولتا اور اسے زیادہ موقع دیتا۔ پتا نہیں شاید وہ بولتی ہوئی اچھی لگتی تھی۔ اس وقت بات کرتے کرتے وہ اچانک اسسے پوچھنے لگی۔

آپ اتنے الگ تھلگ کیوں ہو گئے ہیں۔۔۔؟ اس نے کوئی جواب نہیں دیا تو خود ہی کہنے لگی۔

غالباً لوگوں کے رویوں سے دلبرداشتہ ہو کر آپ نے کنارہ کشی اختیار کر لی ہے لیکن یہ کوئی اچھی بات تو نہیں ہے۔۔۔؟

یہ آپ اس لیے کہہ رہی ہیں کہ یہ سب آپ کیساتھ نہیں ہوا۔آپ تصور بھی نہیں کر سکتیں کہ مجھے کیسی کیسی نظروں کا سامنا کرنا پڑا۔۔۔پھر لوگوں کے ریمارکس۔۔۔ اس کے اندر ڈھیر ساری تلخی بھری تھی جو اس کے لہجے میں در آئی تھی اور وہ بہت خاموشی سے اسے سننے لگی۔

شروع میں میں یوں الگ تھلگ نہیں ہو گیا تھا۔کیونکہ مجھے تنہا رہنے کی عادت ہی نہیں تھی۔خود سے دوستوں کے پاس چلا جاتا لیکن مجھے دیکھ کر سب منہ موڑ لیتے اور پہلے میں نے اس بات کو اتنا محسوس نہیں کیا کیونکہ میں خود بھی آئینے میں اپنے اپ وک نہیں دیکھ سکتا تھا اور ڈاکٹروں کا کہنا تھا کہ جب تک میرے چہرے کے زخم اچھی طرح نہیں بھر جاتے سرجری ممکن نہیں ہے۔بس پھر زخم بھرنے تک ایسے ایسے واقعات ہو کہ میں الگ تھلگ ہو گیا۔اب آپ کہیں گی یہ تو اچھی بات نہیں ہے۔

جی۔۔۔؟ وہ سچ مچ سٹپٹا گئی اور قدرے توقف سے وہ گہری سانس لے کر بولا۔

اب کیا اچھا ہے کیا برا۔۔۔؟ یہ تو میں نہیں جانتا۔بس میں نے اپنی الگ دنیا بسا لی ہے۔ تنہائیاں بھی اچھی لگنے لگی ہین۔ایک عمر شور اور ہنگاموں میں گزری اور جیسا کہ آپ نے کہا تھا کہ رنگینیوں میں کھو کر انسان تھینک یو گاڈ کہنا بھول جاتا ہے تو میں بھی بھولا رہا، یاد اس وقت آیا جب سب ساتھ چھوڑ گئے۔

یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ہم سب کسی نہ کسی حادثے سے دوچار ہونے کے بعد ہی خدا کو یاد کرتے ہیں۔اس سے پہلے تو وہی پہلی کلاس میں رٹا ہوا سبق زبانی دہراتے ہیں کہ اللہ ایک ہے، اللہ سب سے بڑا ہے، وہ بڑی قدرت والا ہے اور ہم مانتے اس کی قدرت کو اسی وقت ہیں جب ہمارے ساتھ کوئی انہونی ہو جاتی ہے۔اس کے لہجے میں غفلتوں کے دکھ بول رہے تھے ۔پھر ایک نظر اس پر ڈال کر کہنے لگی۔

بہرحال۔۔ آپ اپنی اس الگ دنیا میں مطمئن سہی پھر بھی آپ کو دوسروں کا خیال

ضرور کرنا چاہیے۔ زندگی صرف اپنے لیے جینے کا نام نہیں ہے پھر آپ تو اپنے والدین کا واحد سہارا ہیں۔ دوسروں کے غلط رویوں کا بدلہ ان سے کیوں لے رہے ہیں۔۔۔؟

کیا مطلب ہے آپ کا۔۔۔؟ وہ جو سگریٹ سلگا رہا تھا۔ ایک دم سگریٹ ہونٹوں سے نکال کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔

میں کوئی مشکل بات نہیں کر رہی۔ اپ کو خزد سمجھنا چاہیے کہ اپ کی کنارہ کسی آپ کے والدین کے لیے کس قدر تکلیف کا باعث ہے۔ بیٹا جوان ہو جا تو پھر باپ خود کو پھر سے توانا محسوس کرنے لگتا ہے اور ماں کی تو ایک ہی آرزو ہوتی ہے۔ وہ بات کے اختتام پر قصداً اسے دیکھ کر مسکرائی اور وہ اپنے آپ پر ہنسا۔

میں۔۔۔ میں کیا کرسکتا ہوں۔۔؟

سب کچھ کر سکتے ہیں بشرطیکہ خود کو اس زنداں سے باہر نکالیے۔

نہیں۔۔۔ وہ کسی بچے کی طرح خوفزدہ ہوا اور وہ با قاعدہ اس کے سامنے جم گئی۔

کیوں نہیں۔۔۔؟

مجھ میں مزید تضحیک کا نشانہ بننے کا حوصلہ نہیں ہے۔ اس نیصاف گوئی سے اپنی کمزوری کا اعتراف کیا۔

اتنے کم حوصلہ لگتے تو نہیں آپ۔۔۔؟ وہ جانے کس بنا پر کہہ گئی پھر فوراً سنبھل کر بولی۔

بہر حال۔۔ اس طرح نہیں تو پہلے سرجری کروالیں۔





نہیں۔۔۔

اور اس بار وہ زچ ہو کر بولی۔

کیوں نہیں۔۔۔؟

بس نہیں۔۔ وہ ضدی لہجے میں بولا۔

اپنے اس چہرے کے ساتھ میں نے دنیا کو پہچانا ہے۔

تو پھر اسی چہرے کے ساتھ دنیا کا سامنا کریں۔ ویسے میں آپ کو یقین دلاتی ہوں کہ سب لوگ آپ کے دوستوں جیسے نہیں ہوتے۔۔۔ صرف ظاہری خوبصورتی پر مرنے والے۔ اگر ایسا ہوتا تو ہر دوسرا شخص زندان میں نظر آتا۔ اس نے ایک لحظہ رک کر اس کی آنکھوں میں دیکھا پھر سامنے گلدستے پر نظریں جماتے ہو بولی۔

آپ پرواہ کیوں کرتے ہیں۔۔۔؟ جو آپ کو دیکھ کر منہ موڑے آپ بھی منہ موڑ لیں۔

آپ صرف اپنے والدین کی پرواہ کرتے ہوان کی آرزوؤں کی تکمیل کریں۔

وہ بہت خاموشی سے اسے دیکھتا رہا اور اب جیسے اس کے پاس کہنے کو کچھ نہیں تھا جب ہی کاغذب پھولوں کو چھیڑنے میں لگ گئی۔ کچھ دیر بعد وہ کہنے لگا۔

میں اپنے ڈیڈی کا بازو بن سکتا ہوں لیکن ممی کی خواہش پوری نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ میرے خیال میں کوئی ذی ہوش لڑکی مجھ سے شادی نہیں کر سکتی۔

یہ محض آپ کا خیال ہے۔ وہ بیدھیانی اور روانی میں کہہ گئی تو وہ کچھ دیر تک اسے دیکھتا

رہا۔ پھر ایک دم اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں جکڑ کر بولا۔

آپ ۔۔۔ آپ کریں گی مجھ سے شادی ۔۔۔؟

وہ اپنی جگہ سن ہو کر رہ گئی اور سینے کے اندر دل پتے کی طرح لرزنے لگا تھا۔

جواب دیں ربیعہ ۔۔ میرے ساتھ چل سکتی ہیں ۔۔۔؟ اس کا انداز بے حد جارحانہ تھا اور اس کے ہاتھ کو اتنی زور سے دبایا کہ تکلیف سے اس کی آنکھوں میں پانی اتر آیا، ہونٹ کاٹتے ہو چہرہ دوسری طرف موڑ گئی تب اس کا ہاتھ چھوڑتے ہو تاسف سے بولا۔

جب آپ میرا ساتھ نہیں دے سکتیں ربیعہ ۔۔۔ تو سمجھ لیں کوئی نہیں دے سکتا۔

وہ پھر سے مایوسیوں سے پاتال میں اتر رہا تھا اور اس مقام پر وہ اتنی بیبس تھی کہ ایک لفظ نہیں کہہ سک۔ بمشکل تمام خود کو سہارا دے کر کھڑی ہو ئی اور اس کی طرف دیکھے بغیر باہر نکل آئی۔

تین دن سے وہ نہ آفس جا رہی تھی اور نہ سنی کو پڑھانے۔ گھر میں بھی کسی کام میں دل نہیں لگ رہا تھا۔ عجیب سی بے کلی تھی۔ بینام اداسیاں اور ذہن یکسوئی سے کچھ سوچ ہی نہیں پا رہا تھا۔ شاید اس کے گمان میں بھی نہیں تھا کہ بات بڑھتے بڑھتے اس تک آ جا گی۔ وہ تو اپنی ڈیوٹی نبھا رہی تھی۔

لیکن نہیں اب اس پر ادراک ہو رہا تھا اور بینام سی اداسیاں بھی گواہ تھیں کہ یہ صرف اس کی ڈیوٹی نہیں تھی۔ ڈیوٹی تو صرف آ س کی حد تک تھی۔ اس کے بعد کوئی اور ہی جذبہ تھا جو





کشاں کشاں اس کے گھر کی طرف لے جاتا تھا اور اس جذبے کو وہ کوئی نام کیا دیتی خود سے بھی پوشیدہ رکھتی رہی تھی کہ وہ تو پھر سے دنیا کی رنگینیوں میں گم ہو جا گا تب وہ اسے کہاں ڈھونڈتی پھرے گی اور اگر ڈھونڈ بھی لیا تو وہ کہاں پہچانے گا بھلا ۔۔۔؟ شاید اپنی یادداشت کھنگالتے ہو کہہ دے۔ آپ سنی کی ٹیچر ہیں۔ بے حد آزردگیوں میں گھری وہ مسلسل اسی نہج پر سوچ رہی تھی کہ نبیلہ نے اکر اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔

کیا ہو گیا ہے تمہیں ۔۔۔؟ کوئی پریشانی ہے تو بتاؤ ۔۔۔؟ اس نے گہری سانس کھینچ کر اندر کی آزردگی سے چھٹکارا پانے کی کوشش کی اور خالی خالی نظروں سے نبیلہ کو دیکھا تو وہ پوچھنے لگی۔

کیا جاب چھوٹ گئی ہے ۔۔؟

نہیں تو ۔۔۔

پھر آفس کیوں نہیں جا رہیں ۔۔۔؟

بس ۔۔ کچھ اکتاہٹ سی ہونے لگی تھی۔ میں نے سوچا ایسا نہ ہو غلطیوں پر غلطیاں کرتی جاؤں اور ہمیشہ کے لیے چھٹی ہو جا اس سے پہلے خود ہی ہفتہ بھر کی چھٹی لے لی۔ اس نے خوبصورتی سے بات بنانے کی کوشش کی لیکن نبیلہ بغور اسے دیکھ رہی تھی پر سوچ انداز میں بولی۔

مجھے لگتا ہے تم کوئی غلطی کر چکی ہو۔ اس کا دل یکبارگی زور سے دھڑکا۔ نظریں چراتے ہو بولی۔

اب تو خمیازہ بھگت رہی ہوں۔

کیا مطلب۔۔؟ کس بات کا خمیازہ بھگت رہی ہو۔۔۔؟ نبیلہ سمجھی نہیں پھر بھی تشویش کا اظہار کیا تو وہ قصداً زور سے ہنس پڑی اور اسی طرح ہلکے پھلکے انداز میں بتانے لگی۔

بس بھابی۔۔۔شروع میں غلطی ہوگئی جو میں نے باس کی بات مان لی تھی۔ گو کہ انہوں نے مجھے سوچنے کو وقت دیا تھا لیکن ہمارے پاس وقت نہیں تھا۔ گھر کے حالات کے پیش نظر مجھے فوراً ہامی بھرنی پڑی ورنہ شاید میں منع کر دیتی کیونکہ یہ جاب میرے بس کی بات نہیں تھی۔ بہرحال اب اپنی اسی غلطی کا خمیازہ بھگت رہی ہوں۔ اس بار وہ بات بنانے میں کامیاب ہوئی تو نبیلہ اس سے ہمدردی کا اظہار کرتے ہو بولی۔

میں نےتو پہلے ہی کہا تھا کہ یہ تم پر ظلم ہے۔ جاب کرنا تمہارے بس کی بات نہیں ہے۔ ایسا کرو چھوڑ دو، ایک دو مہینے میں تمہارے بھیا بھی آنے والے ہیں۔

ہاں وہ تو جیسے۔۔۔وہ کڑوا سچ بولنے جا رہی تھی کہ ایک دم ہونٹ بھینچ لیے اور نبیلہ نادان نہیں تھی، دکھ سے بولی۔

ٹھیک کہتی ہو۔ ان کے آنے سے کون سا ہمارے درد دور ہو جائیں گے۔

ارے۔۔ آپ بھی کمال کرتی ہین۔ بھیا آ جائیں گے یہ کیا کم خوشی کی بات ہے۔ پھر اس کے بازو میں چٹکی کاٹتے ہو بولی۔

بہت دوغلی ہیں آپ۔۔۔ خط میں تو لکھ رہی تھیں میرا تحفہ تم ہو۔۔۔تم ہی لوٹ کے آجاؤ۔

اس میں دوغلا پن کیا ہے۔۔۔؟

بتاؤں کیا ہے۔۔۔؟ اس نے گدگدانے کیلیے ہاتھ بڑھایا لیکن نبیلہ اٹھ کر بھاگ گئی۔

رات میں سونے لیٹی تو پھر وہی سوچیں تھیں اور دکھ صرف اس بات کا نہیں تھا کہ وہ ہار رہی تھی اس شخص کا خیال زیادہ بےچین کر رہا تھا جو اچانک اس کا ہاتھ تھام گیا تھا اور اس کے منہ موڑ لینے پر پتا نہیں اس پر کیا بیتی ہوگی۔ ٹھیک تو کہہ رہا تھا وہ کہ جب آپ میرا ساتھ نہیں دے سکتیں ربیعہ تو سمجھ لیں کوئی نہیں دے سکتا۔

(اور میں تمہارے ساتھ کیسے دے سکتی ہوں آغا۔۔۔ میں تو بہت عام سی لڑکی ہوں۔)

اسے اپنی کم مائیگی کا احساس رلا گیا۔ کتنی دیر تک بےآواز آنسوؤں سے تکیہ بھگوتی رہی پھر سوچا وہ اسے ساری صورتحال سچ بتا دے گی کہ وہ محض تنخواہ دار ملازم ہے جو ڈیوٹی اسے سونپی گئی، وہ وہی نبھا رہی تھی اور یہ بھی سچ ہے کہ وہ دوسرے لوگوں کی طرح اسے دیکھ کر منہ نہیں موڑ سکتی اور یہ ساری باتیں اس کے سامنے کہنے کے لیے بہت ہمت چاہیے تھی جو اس میں نہیں تھی۔ تب اس نے ٹیلیفون کا سہارا لیا۔ اگلی صبح اماں سے آفس فون کرنے کا کہہ کر قیر بی پی سی او سے اسے رنگ کر ڈالا۔

آغا جہانگیر اسپیکنگ۔۔ حاصا عجلت بھرا انداز تھا اور وہ اس کی آواز سن کر ہی سب بھول گئی۔ بمشکل کہہ پائی۔

جی میں ربیعہ۔۔۔ دوسری طرف خاموشی چھا گئی۔کچھ دیر وہ انتظار کرتی رہی کہ وہ کچھ کہے تب بات بڑھے لیکن وہ کچھ نہیں بولا اوراس کی اور کچھ سمجھ میں نہیں آیا تو کہنے لگی۔

ایسا ہے کہ میں دوتین روز سنی کو پڑھانے نہیں آ سکوں گی۔

پچھلے تین روز سے بھی آپ نہیں آ رہیں اور مزید کوئی چھٹی نہیں ہوگی۔۔۔آپ کو آج آنا ہے۔وہ قدرے سخت انداز میں حکم صادر کر کے فون بند کر گیا اور وہ پریشان ہوگئی۔پھر خود کو کوستی رہی کہ ناحق فون کیا۔آرام سے تین دن بعد جاتی اور اس وقت وہ جو کہتا سن لیتی۔اب اگر نہیں جاگی تو گڑبڑ ہو جاگی۔

دوپہر تک وہ نہ صرف اس کے لہجے کو سوچتی رہی جس میں تحکم اور کرختگی تھی بلکہ یہ بھی کہ پتا نہیں اب اس کے ساتھ کس طرح پیش آ اور اس معاملے میں وہ خاصی بزدل تھی۔جیسا کہ باس نے بتایا تھا کہ خلاف مزاج بات ہو جانیس پر وہ چیخنے چلّانے لگتا ہے اور اسے لگ رہا تھا جیسے اب وہ مرحلہ آ گیا ہے۔

تمام راستہ وہ خزد کو اس نئی صورت حال کے لیے تیار کرتی رہی۔پھر بھی جب اس کے گھر میں داخل ہوئی اندر سے بہت سہمی ہوئی تھی۔سنی اپنا بیگ لے کر اس کے اسٹڈی روم میں جانے لگا تو اس نے بہت خاموشی سے اس کا ہاتھ پکڑ لیا پھر دھیمی آواز میں بولی۔

آؤ۔۔۔ادھر سٹنگ روم میں چلتے ہیں۔

سنی نے اس سلسلے میں کوئی سوال نہیں کیا چپ چاپ اس کے ساتھ آ گیا پھر جب بیٹھا تو پوچھنے لگا۔

ٹیچر۔۔ آپ کیوں نہیں آ رہی تھیں۔۔۔؟

میری طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔وہ سرسری سے انداز میں کہہ کر اس کی ڈائری دیکھنے لگی۔

صف 131

لیکن ماما تو کہہ رہے تھے آپ ڈر گئی ہیں۔سنی نے سادگی سے کہا تو وہ چونک کر بولی۔

کس سے۔۔؟

پتا نہیں۔۔ سنی نے لاعلمی کا اظہار کیا تو وہ کچھ دیر تک اسے دیکھتی رہی پھر ڈائری اس کے سامنے رکھ کر بولی۔

چلو۔۔آپ اپنا ہوم ورک کرو۔سنی لکھنے میں مصروف ہو گیا اور وہ دل ہی دل میں دعائیں مانگنے لگی کہ اس سے سامنا نہ ہو کیونکہ وہ ہرگز بھی خود میں اتنی ہمت نہیں پا رہی تھی۔ عجیب مشکل تھی۔یوں لگ رہا تھا جیسے ابھی وہ ہر شے کو ٹھوکر مارتا ہوا اس کے سامنے آ کھڑا ہوگا پھر کہے گا۔جواب دو کیا تم میرے ساتھ چل سکتی ہو۔۔؟اور اس کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔ ہاں یا نہیں کہنا آسان تھا۔بات ہی ختم ہو جاتی جبکہ وہ تیسرے راستے پر کھڑی تھی جہاں کبھی مصلحتیں دامن تھامتیں کبھی مجبوریاں اور کبھی کوئی خواہش چپکے سے سرگوشی کر جاتی۔بہرحال مسلسل دھڑکے سے پریشان ہو کر اس نے کچھ ڈرتے ڈرتے سنی سے پوچھا۔

سنو بیٹا۔۔ آپ کے ماما کہاں ہیں۔۔؟

آفس۔۔ سنی نے ہنوز مصروف رہ کر مختصر جواب دیا اور اسے سچ مچ اپنی سماعتوں پر شبہ ہوا۔

کیا۔۔؟ کیا کہا آپ نے۔۔۔؟ کہاں ہیں آپ کے ماما۔۔۔؟

ماما آفس گئے ہیں۔اس کے بیتابانہ پوچھنے پر سنی نے معصومیت سے اسے دیکھا پھر اسی انداز میں بولا۔

تھینک یو گاڈ۔۔۔ ماما آفس جانے لگے ہیں۔ٹیچر آپ بھی کہیں ناں۔۔۔

ہاں تھینک یو گاڈ۔۔ وہ چونک کر بولی اور صوفے کی بیک پر سر رکھا تو اچانک آنکھوں میں نمی اتر آئی۔کوئی نیا انوکھا احساس تھا۔شاید پا لینے سے بھی بڑھ کر جس کی گرفت میں آ کر وہ کچھ دیر کو سب کچھ بھول گئی ۔گلاس وال سے پرے پھولوں پر خوبصورت رنگوں کی تتلی منڈلا رہی تھی اور اس کی آنکھوں میں ٹھہری نمی نے اس منظر کو قدرے دھندلا دیا تھا پھر بھی وہ اسی پر نظریں جما بیٹھی تھی۔تبھی ڈرائیووے پر گاڑی آن رکی۔پھول، تتلی پس منظر میں چلے گئے اور وہ منظر پر آ گیا۔آف وہائیٹ سفاری سوٹ میں اس کا دراز قد اور نمایاں ہو گیا تھا۔قدم مضبوطی سے جماتا وہ اس طرف آ رہا تھا اور وہ جیسے اپنی جگہ پتھر کی ہو گئی تھی۔حواس تک ساتھ نہیں دے رہے تھے بس سینے کے اندر ایک دل تھا جو اس کے ہر قدم کے ساتھ دھڑک رہا تھا۔

پھر عین اس کے سامنے آ کر وہ رک گیا اور سنی کو مخاطب کر کے بولا۔

سنی۔۔ آپ جاؤ۔۔ باقی ہوم ورک شام میں کر لینا۔





لیکن ماما۔۔۔ ٹیچر تو چلی جائیں گی۔

میں کرا دوں گا۔تین دن سے بھی تو میں کروا رہا تھا۔۔۔ جاؤ شاباش۔۔

سنی اپنی کتابیں بیگ میں رکھ کر کھڑا ہوا تو اس کے ساکت وجود میں ذرا سی حرکت ہوئی۔ بے حد سہمی ہوئی نظروں سے سنی کو جاتے ہو دیکھنے لگی۔وہ دروازے سے نکل گیا تب بھی وہ اسی طرح بیٹھی رہی۔

ربیعہ۔۔ بالآخر اسے متوجہ کرنا پڑا اور متوجہ ہوتے ہی وہ اپنی جگہ سے کھڑی ہو گئی۔ٹیبل پر سے اس نے اپنا بیگ اٹھا۔پھر جیسے ہی جانے کے لیے قدم بڑھایا، وہ بول پڑا۔

میں نے اپ کو جانے کیلیے تو نہیں کہا۔

یہ تو طے نہیں ہے کہ اپ کہیں گے تب ہی میں جاؤں گی۔وہ اس کی طرف دیکھے بغیر بولی۔

لیکن وقت تو طے ہے۔آپ پانچ بجے سے پہلے نہیں جا سکتیں اور ابھی صرف چار بجے ہیں،

(اف۔۔) وہ پتا نہیں کیا چاہتا تھا۔۔۔؟ وہ خاصی جز بز ہو کر بولی۔

جب سنی کو پڑھنا نہیں تو میں کیا کروں۔۔۔؟

اس سے پہلے کیا کرتی تھیں۔۔۔؟ سارا وقت آپ کا سنی کو پڑھانے میں نہیں گزرتا تھا۔۔؟

ہلکے سے طنز کے ساتھ اس نے جتایا تو وہ روہانی ہوگئی۔

پلیز۔۔۔ مجھے جانے دیں۔

مجھ سے خائف ہیں۔ اصمینان رکھیں میں آپ کا محاسبہ نہیں کروں گا کوکہ یہ میرا حق ہے پھر بھی میں آپ سے یہ بھی نہیں پوچھوں گا کہ ایک ٹوٹے ہوئے شخص کو مزید توڑ کر کیا ملا آپ کو؟ اس کے لہجے کی شکستگی چھپائے نہ چھپی اور اسے زیادہ دکھ اسی بات کا تھا۔ بہت بیقرار ہو کر اس کی طرف دیکھا تو وہ ذرا سے کندھے اچکا کر بولا۔

جاسکتی ہیں آپ۔۔۔

وہ بہت بوجھل قدموں سے باہر نکل آئی۔ پھر ابھی اس کی چھٹی باقی تھی لیکن جس کی وجہ سے گھر بیٹھ رہی تھی اس سے تو سامنا ہوگیا تھا پھر مزید چھٹی کا کیا فائدہ تھا الٹا فراغت پریشان ہی کر رہی تھی۔ اس لیے اگلے دن وہ آفس چلی آئی۔ اسے دیکھ کر یاسمین نے تعجب کا اظہار کے ساتھ کہا۔

ہائیں۔۔ تمہیں تو ہفتے کو آنا تھا۔۔۔؟

تمہارے خیال سے چلی آئی کہ تم بور ہو رہی ہوگی۔ اس نے مسکرا کر محبت جتائی لیکن وہ ہاتھ جوڑ کر بولی۔

میرا خیال مت کرو بی بی۔۔۔ مجھے تنہائی بہت عزیز ہے۔

بہت ناشکری ہو تم۔۔۔ ایمان سے اگر میرے گھر میں اتنے افراد ہوتے تو میں۔۔





شکر کرو نہیں ہیں۔ یاسمین نے فوراً ٹوک دیا پھر ایک فائل اس کے سامنے رکھتے ہو بولی۔

لو اب آ ہی گئی ہو تو اسے دیکھ لو اور ذرا دھیان سے دیکھنا۔ غلطی ہوگئی تو وہ گوریلا ہرگز نہیں چھوڑے کا۔

کون گوریلا۔۔۔؟ صفحے پلٹتے ہوا اس نے سرسری انداز میں پوچھا۔

ارے ہاں۔۔ تم نے تو نہیں دیکھا ک۔ خیر آج دیکھ لینا اپنے باس کے صاحبزادے ہیں۔۔۔ مسٹر آغا جہانگیر۔ یاسمین نے بتایا تو صفحہ پلٹتے ہوا اس کا ہاتھ وہیں رک گیا اور ابھی نئی صورتحال کو سوچنے جا رہی تھی کہ یاسمین اس کی طرف جھک کر بولی۔

اف۔۔۔ کیا بتاؤں تمہیں کیا شخص ہے۔۔۔؟ دیکھ کر جھرجھری آ جاتی ہے۔ سچ مجھ سے تو نہیں دیکھا جاتا فوراً منہ موڑ لیتی ہوں۔ اسے جیسے کسی نے سردخانے میں دھکیل دیا۔ بہت چاہنے اور کوشش کے باوجود یاسمین کو ٹوک نہیں سکی جو باقاعدہ اس کا نقشہ کھینچنے لگی تھی پھر غالبا باس کو آتے دیکھ کر اپنے کام میں مصروف ہوگئی اور اس سے اب کام نہیں ہوسکتا تھا۔ ہاتھوں میں سکت ہی نہیں رہی تھی جو صفحہ سامنے کھلا تھا نظریں اسی پر ادھر سے ادھر بھٹکتی رہیں۔ کتنی دیر گزر گئی۔ چپڑاسی چا لے آیا وہ بھی پڑی پڑی ٹھنڈی ہوگئی، اسے پتا بھی نہیں چلا اور اسی بات نے یاسمین کو چونکایا۔ کیونکہ چا کے معاملے میں وہ ذرا تکلف نہیں کرتی تھی۔ جیسے ہی آتی فورا کپ اٹھا کر ہونٹوں سے لگا لیتی۔

خیریت۔۔۔؟ یہ تمہاری چا کیسے رکھی رہ گئی۔۔۔؟ یاسمین نے کہتے ہوا سے دیکھا پھر اس

کے گم صم انداز پر اس کا ہاتھ ہلا کر پوچھنے لگی۔

کیا ہوا ہے۔۔۔؟ تم ٹھیک تو ہو۔۔۔؟ اس نے ایسے ہی انداز میں ذرا سا اثبات میں سر ہلا دیا۔

نہیں۔۔۔ مجھے تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی۔

میں ٹھیک ہوں۔۔۔ اس نے گہری سانس کھینچی پھر قصداً مسکرا کر بولی۔

مجھے تمہاری باتوں نے چکرا دیا تھا۔

پھر تو تم فوراً گھر چلی جاؤ، کیونکہ اسے دیکھ کر تو تمہارا ہارٹ فیل ہو جا گا۔

بکومت۔۔۔ اس نے ناگواری سے ٹوکا پھر کمپیوٹر میں ڈسک لگا رہی تھی کہ انٹر کام پر باس کا بلاوا آ گیا۔ وہ ڈسک یاسمین کو تھما کر باس کے کمرے میں آ گئی اور انہوں نے بھی وہی کہا۔

ابھی آپ کی دو دن کی چھٹی باقی تھی۔

یس سر۔۔ لیکن اب مجھے چھٹی کی ضرورت نہیں ہے۔

اچھی بات ہے۔۔۔ بیٹھیں۔۔۔ وہ بیٹھ گئی تو کہنے لگے۔

مجھے آپ کا شکریہ ادا کرنا ہے کہ آپ نے آغا کو گھر سے باہر نکلنے پر آمادہ کر لیا۔ وہ آفس آنے لگا ہے اور گو کہ ابھی لوگوں کیس اتھ اس کا رویہ کچھ اکھڑا اکھڑا سا ہے لیکن میں سمجھتا ہوں آہستہ آہستہ نارمل ہو جا گا۔

جی۔۔۔ ان کے خاموش ہونے پر اسے یونہی کہنا پڑا۔

اور ہاں۔۔۔ مس آپ کے آفس کے ہوم ورک سے بھی بہت خوش ہوں۔ بہت جلدی سیکھ لیا آپ نے اب آپ۔۔۔: دروازہ کھلنے سے ان کی بات ادھوری رہ گئی اور وہ ادھر دیکھتے ہو مسکرا کر بولے۔

آؤ آغا۔۔ ابھی میں تمہارا ہی ذکر کر رہا تھا۔

(اف۔) اس کا دل اتنی زور زور سے دھڑکنے لگا۔ سچ مچ اسے لگا جیسے ابھی اس کا ساتھ چھوڑ جا گا۔

کس سلسلے میں۔۔ وہ کہتا ہوا اس جگہ جا بیٹھا جہاں اول روز جب وہ انٹرویو کیلیے آئی تھی تو باس نے اسے بٹھایا تھا اور بیٹھتے ہی نظر اس پر پڑی تو اپنی جگہ ٹھٹک گیا۔ پھر اسی انداز میں رک کر بولا۔

آ۔۔آپ۔۔۔سنی کی ٹیچر۔

سنی کی نہیں تمہاری۔۔ ہر دو کیفیت سے بیخبر باس نے خوشگوار لہجے میں کہا۔ کاش وہ اتنی باہمت ہوتی کہ انہیں مزید کچھ کہنے سے روک سکتی اور اپنی بیبسی پر اس کی آنکھیں دھندلا گئیں۔ دھند کے اس پار وہ شخص اپنے باپ سے تفصیل سنتے ہو سناٹے میں نظر آ رہا تھا اور واقعی یہ ستم ظریفی تھی کہ جب جذبے اپنا آپ منوا چکے تھے۔ باس وہی پرانی کہانی لے بیٹھے تھے۔ وہ بمشکل تمام خود کو گھسیٹتی ہوئی اپنے کمرے میں آ گئی اور کرسی پر گرتے ہی دوپٹے کے پلّو سے

پلکوں تک آئی نمی صاف کرنے لگی۔

کیا ہوا ربیعہ۔۔۔؟ یاسمین نے نرمی سے پوچھا تو وہ عاجزی سے بولی۔

مجھے اس وقت نہیں چھیڑنا ورنہ میں پھوٹ پھوٹ کر رونے لگوں گی۔

یاسمین کچھ دیر تک اسے دیکھتی رہی پھر اس خیال سے کہ کہیں وہ رونے نہ لگے، اپنے کام میں مصروف ہوگئی اور وہ اس بری طرح بکھر گئی تھی کہ خود کو سمیٹنا مشکل ہو رہا تھا۔ کاش وہ کل ہی آغا کو ساری حقیقت بتا دیتی۔ کتنا فرق پڑا تھا اس کے نہ بتانے اور باس کے بتانے سے۔ گو یہ حقیقت تو وہی تھی جو باس بتا رہے تھے لیکن اس میں اس کے جذبے شامل نہیں تھے اور اب دکھ صرف اس بات کا نہیں تھا کہ وہ کبھی اسے یقین نہیں دلا سکے گی زیادہ دکھ پھر اس کا تھا کہ وہ بے اعتبار ہوگیا تھا نہ صرف اس کا بلکہ کبھی کسی کا یقین نہیں کرے گا۔ کتنی دیر بعد یاسمین نے پھر اسے دیکھا وہ اذیتوں کے پل صراط عبور کرتی نظر آ رہی تھی۔ تب اس نے بڑے خلوص سے مشورہ دیا۔

سنو۔۔ ایسا کرو تم گھر چلی جاؤ۔

نہیں۔۔۔ وہ بنا چونکے خالی خالی نظروں سے دیکھنے لگی اور اس سے پہلے کا یاسمین اپنی بات دہراتی وہ ان کے سر پر آ کھڑا ہوا، یاسمین نے فوراً اپنی نظریں اسکرین پر جما دیں۔ انداز سے ظاہر تھا کہ اس کی طرف دیکھنا نہیں چاہتی اور وہ دیکھنا چاہتی تھی لیکن پلکیں اٹھ کر نہیں دیں اور وہ پتا نہیں کیا سوچ کر آیا تھا۔ ایک نظر اس پر ڈال کر یاسمن سے پوچھنے لگا۔





کیا ہو رہا ہے۔۔۔؟

سر یہ کچھ لیٹرز بھجوا تھے وہ۔ اتنی بولڈ ہونے کے باوجود پتا نہیں کیوں یاسمین بوکھلا گئی۔

اور یہ آپ کے ساتھ کون ہیں۔۔۔؟

ربیعہ۔۔۔ سر یہ چھٹی پر تھیں آج آئی ہیں۔ یاسمین نے پیپر ویٹ کے نیچے رکھے کاغذات میں جانے کیا تلاش کرتے ہو جواب دیا تو وہ ایک دم ٹیبل پر اپنے دونوں ہاتھ جما کر قدرے آگے جھکتا ہوا بولا۔

مس یاسمین۔۔۔ ادھر دیکھیں۔

جی۔۔۔ یاسمین نے سٹپٹا کر دیکھا لیکن پھر فوراً نظروں کا زاویہ بدل لیا تو وہ ذرا سا ہنس کر بولا۔

ڈریں نہیں۔۔ میں آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ نقصان تو وہ پہنچاتے ہیں جو بظاہر سادہ اور معصوم نظر آتے ہیں۔۔۔ کیوں مس ربیعہ۔۔۔؟ اچانک اس کی طرف مڑا اور وہ جو اسے ہی دیکھ رہی تھی اس کی چبھتی ہوئی نظروں سے کٹ کر رہ گئی۔

او کے۔۔۔ سی یو۔۔ وہ ایسے ہی چبھتے ہو لہجے میں کہہ کر چلا گیا تو یاسمین جھرجھری لے کر بولی۔

کہیں تم سچ مچ مر تو نہیں گئیں۔۔۔۔؟

مرنا اپنے اختیار میں کہاں۔۔۔؟ اس کا انداز اور لہجہ کھویا کھویا تھا

ہائیں۔۔۔؟ یاسمین بے حد حیران۔ پھر اس کی آنکھوں کیسامنے ہاتھ لہرا کر بولی۔

کون سی دنیا میں ہو۔۔۔؟

اسی دنیا کے رنگ دیکھ رہی ہو۔ اس نے گہری سانس کھینچ کر اپنے اندر کی آزردگی کم کرنے کی کوشش کی۔ پھر ہلکے ہلکے بڑبڑائی۔

تھینک یو گاڈ۔۔ فارایوری تھنگ۔ پھر روزانہ تو وہ تین بجے آفس سے نکل جاتی تھی اس کے بعد باس کے گھر جانا ہوتا تھا لیکن اس روز وہ تین بجے کے بعد بھی بیٹھی رہی کیونکہ اس کے خیال میں اب اس کا کام ختم ہو گیا تھا۔ دو ایک بار یاسمین نے ٹوکا بھی کہ اس کی چھٹی کا وقت ہو گیا ہے اور وہ بس ہوں ہاں کر کے رہ گئی۔ آخر یاسمین نے جھنجھلا کر پوچھا۔

کیا باس نیتمہارا ٹائم بڑھا دیا ہے۔۔۔؟

آخر تمہیں مرے بیٹھنے سے کیا تکلیف ہے۔۔۔؟ وہ چڑ کر بولی۔

لو۔۔۔ میں تو ایک بات پوچھ رہی ہوں۔ میری بلا سے قیامت تک یہیں بیٹھی رہو۔

یاسمین نے برا مان کر اس کی طرف رخ موڑ لیا تب احساس ہونے پر وہ فوراً اس کا بازو تھام کر بولی۔

سوری یار۔۔۔ اصل میں میں۔۔۔

بس۔۔۔ اس وقت مجھے نہیں چھیڑو ورنہ میں تمہارا حشر خرا کر دوں گی۔ یاسمین نے اس کی بات دوسرے انداز میں لوٹائی تو وہ ہنس پڑی۔





ٹھیک ہے نہیں چھیڑوں گی۔۔بس اتنا بتا دو ناراض تو نہیں ہو ناں۔۔؟

یاسمین نے گھورنے پر اکتفا کیا۔ تب وہ اپنا بیگ اٹھا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

چلتی ہوں۔۔ باس سے کہوں گی میرا کہیں اور انتظام کر دیں۔ تمہیں میرا وجود برداشت نہیں ہوتا، وہ کہتی ہوئی باہر نکلی تو سوچا باس سے پوچھ لے کہ اب اس کیلیے کیا حکم ہے۔ ان کے کمرے میں آئی تو وہ موجود نہیں تھا اور ان کے پی اے سے معلوم ہوا کہ وہ سائیٹ پر گئے ہیں۔ تب اگلے دن پر ٹالتی ہوئی وہ باہر آ گئی۔ گو کہ دھوپ میں شدت نہیں تھی لیکن گرمی عروج پر تھی اور آج تو اسے گھر جانا تھا۔ گھڑی پر نظر ڈالی ساڑھے تین ہو چکے تھے۔ پہلا خیال یہی آیا کہ جلدی جانے پر اماں ٹوکیں گی لیکن اب وہ کیا کر سکتی تھی۔ کہیں ادھر ادھر بیٹھ کر تو وقت گزارنے سے رہی۔ لہذا مرجھک کر اسٹاپ کی طرف چل پڑی اور ابھی چند قدم ہی بڑھی تھی کہ آغا نے گاڑی اس کے بالکل قریب آن روکی اور باقاعدہ اتر کر بولا۔

آیئے ٹیچر۔۔ آج سے آپ کو لیجانے کی ذمہ داری میری۔ وہ اسے دیکھ کر ہی گھبرا گئی تھی۔ اس کی بات پر تو پریشان ہو گئی۔ بمشکل تھوک نگل کر بولی۔

نہیں۔۔۔ میں چلی جاؤں گی۔

لیکن مجھے یہ اچھا نہیں لگے گا کہ میں تو گاڑی میں جاؤں اور میری ٹیچر۔۔۔

میں اپنے گھر جا رہی ہوں۔ اسے ٹوک کر بتانا پڑا۔

کیوں۔۔۔؟ میرا مطلب ہے کہ وقت تو آپ کا میرے لیے مخصوص ہوتا ہے یا آپ

کے خیال میں اب مجھے ٹیچر کی ضرورت نہیں رہی۔ بظاہر کتنے ہلکے پھلکے انداز میں بات کر رہا تھا لیکن وہ جانتی تھی اپنے اندر کیا آتش فشاں لیے کھڑا ہے اور وہ ہرگز بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی تھی۔ خود کو انتہائی بے بس محسوس کرتے ہو دور سے آتی بس کو دیکھنے لگی۔ تب اس کے لیے دروازہ کھولتے ہو وہ قدرے تحکم سے بولا۔

بیٹھ جائیں۔۔۔ مجھے آپ کی ضرورت ہے۔ آئی مین ٹیچر کی جو مجھے دنیا کا سامنا کرنا سکھا سکے۔

لگتا تھا سا نے حساب بیباق کر دے گا۔ تھوڑی کوشش سے وہ خود کو سہارا دینے میں کامیاب ہو گئی تو براہ راست اس کی آنکھوں میں دیکھ بولی۔

سوری۔۔۔ آپ اپنے لیے کسی اور ٹیچر کا انتظام کر لیں۔

کہاں ملے گی ایسی ٹیچر جو میری آنکھوں میں دیکھ کر بات کرے؟ وہ ذرا سا سر اونچا کرے ادھر ادھر نظریں بھٹکاتے ہو بولا تو اسے لگا وہ یہیں ڈھے جا گی۔ پھر قدرے توقف سے اسے دیکھ کر کہنے لگا۔

بہرحال۔۔۔ جب تک دوسری ٹیچر کا انتظام نہیں ہوتا تب تک تو آپ کو میرے ساتھ چلنا ہوگا ورنہ ممکن ہے میں دوبارہ اپنی تنہا دنیا میں لوٹ جاؤں گا۔

وہ سمجھ گئی کہ وہ ہرگز اسے نہیں بخشے گا جب ہی ہتھیار ڈالتے ہو بولی۔

ٹھیک ہے۔۔۔ آپ چلیں میں بھی آ رہی ہوں۔





آ رہی ہوں سے کیا مطلب۔۔۔؟ گاڑی میں بیٹھیں ورنہ۔۔۔ وہ غالباً اس کا ہاتھ پکڑنا چاہتا تھا اور اس کا ارادہ بھانپ کر وہ خود ہی جلدی سے بیٹھ گئی۔ پھر اپنی طرف کا شیشہ اتارتے ہو پہلی بار اس نے غور کیا کہ گزرتے ہولوگوں کی نظریں آغاز کے بعد فوراً اس پر ٹھہرتی ہیں اور ان نظروں میں ترحم، تاسف، تمسخر اور جانے کیا کچھ ہوتا ہے۔ وہ کانپ کر رہ گئی۔ پتا نہیں سب کیا سمجھ رہے تھے اور اسے کوئی پرواہ نہیں تھی۔ بہت اطمینان سے بیٹھا اور دھیمی رفتار سے ڈرائیو کرنے لگا۔ وہ سخت الجھن میں گرفتار ہو گئی۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ قریب سے گزرتے ہو کتنے آوارہ لڑکوں نے اسے انتہائی واہیات ناموں سے پکارا لیکن اس پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ نہ ہی گاڑی کی اسپیڈ بڑھائی تب ہی اندر ہی اندر جزبز ہو کر وہ خود کلامی کے انداز میں بولی۔

اگر اسی رفتار سے چلتے رہے تو پانچ تو راستے میں بج جائیں گے۔

میں بھی یہی چاہتا ہوں۔ وہ اطمینان سیبولا۔

کیوں۔۔۔؟

کیونکہ آپ مجھے گھر سینکلنے پر آمادہ کر چکی ہیں اب بتایئے ان لوگوں کو میں کیسے فیس کروں جو مجھے چونک کر دیکھتے ہیں۔۔۔؟ ھبر مختلف ناموں سے پکارتیہو گزر رہے ہیں۔

میرے خدا۔۔۔ وہ اس کا دکھ محسوس کر کے بے اختیار رو پڑی۔

ارے۔۔۔ وہ ذرا سا ہنسا۔

یہ سب آپ کو تو کچھ نہیں کہہ رہے۔۔۔؟

بس کریں آغا۔۔ مجھے یہیں اتار دیں۔ وہ سسک کر بولی تو اس نے گاڑی ایک طرف کر کے روک دی۔ وہ یہی سمجھی اسکے اترنے کیلیے روکی ہے جب ہی دروازہ کھولنے لگی لیکن اس نے ایک بار پھر اسی طرح اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں جکڑ لیا اور قدرے رک کر تلخ لہجے میں بولا۔

دیکھ لیا آپ نے۔۔۔ کیسے کیسے زخم لگاتے ہیں لوگ۔۔۔؟ لیکن خدا کی قسم ربیعہ۔۔۔ کبھی کسی زخم سے اتنی ٹیس نہیں اٹھی جتنی ٹیس آپ ک لگا ہو زخم سے اٹھی ہے۔

وہ ایک دم سناٹے میں آ گئی۔

میرے ساتھ اتنا بھیانک مذاق کیوں کیا آپ نے۔۔؟ اگر مجھے دوبارہ اسی اندھیر نگری میں دھکیلنا تھا تو میرے راستے میں چراغ کیوں جلا۔۔۔؟ یا میں ہی حد درجہ نادان تھا جو ان چراغوں کی لو آپ کی آنکھوں میں دیکھ کر کچھ اور سمجھ بیٹھا۔ نہیں ربعہ۔۔۔ آپ کو کم از کم میرے ساتھ ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔۔۔؟

وہ اسی سناٹے میں تھی کہ آنکھوں میں ڈھیروں پانی جمع ہو کر پلکوں پر چھلکنے لگا تو وہ ایک دم خاموش ہو کر ہونٹ بھینچ گیا۔ کتنے لمحے چپ چاپ سرک گئے اور پتا نہیں شکستگی کے احساس نے اسے بولنے نہیں دیا یا اس کی حالت کے پیش نظر اس نے مزید کچھ کہنے کا ارادہ ترک کر دیا۔

اس پر سے نظریں ہٹا کر سیدھا بیٹھا تو گہری سانس کھینچ کر بولا۔

چلیں۔۔ آپ کو گھر چھوڑ دوں۔۔۔ راستہ بتائیں۔





وہ جیسے ہوش میں آ گئی۔ اشارے سے گاڑی بیک کرنے کو کہا اور ہتھیلیوں سے آنکھیں رگڑ کر سامنے دیکھنے لگی، پھر تمام راستہ جہاں مڑنا ہوتا وہ اشارہ کر دیتی اور گھر کیسامنے بھی رکنے کا اشارہ کیا تو وہ بھی خاموشی سے اس کے اترنے کا انتظار کرنے لگا لیکن اترنے سے پہلے اسے گویا گویائی مل گئی۔

آئی ایم سوری آغا۔۔ میں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ میری ذات کسی کی دل آزاری کا باعث بنے گی۔ آپ کو جو تکلیف ہوئی اس کے لیے میں کبھی خود کو معاف نہیں کروں گی۔ اس کے ساتھ ہی وہ اتر کر اندر چلی گئی۔ اس نے بہت خاموشی سیا سے جاتے ہو دیکھا پھر گاڑی بیک کرتے ہو جانے کے کس خیال کے تحت بولا تھا۔

تھینک یو ربیعہ۔۔۔

اور وہ بہت مضمحل بہت ہاری ہوئی سی اندر آئی تھی۔ اماں ننھے عزیر کو گزد میں لیے اسی کی زبان میں بول رہی تھیں۔ وہ چپ چاپ دوسرے پلنگ پر بیٹھ کر انہیں دیکھنے لگی جبکہ دھیان مسلسل اسی کی طرف تھا جو ایک اس کا غم دل میں بسا کر باقی سارے غموں سیپرواہ ہو گیا تھا اور اچانک اسے لگا وہ پھر غلطی کر گئی ہے۔ ابھی بھی اس سے کہہ دیتی کہ اس کی آنکھوں میں جلتے چراغوں کی لو دیکھ کر جو وہ سمجھا، وہی سچ ہے۔

ہائیں۔۔؟ تم کب آئیں۔۔۔؟ نبیلہ نے اندر آتے ہوا سے دیکھ کر پوچھا تو وہ اپنے خیال سے چونک کر بولی۔

ابھی آئی ہون۔

چاپیوگی۔۔۔؟

اگر بنی ہوئی ہے تو دے دیں بلکہ میں خود لیلیتی ہوں۔ وہ اٹھ کر کچن میں آ گئی۔ کیتلی میں چا گرم تھ۔ وہ کپ میں ڈال کر وہیں بیٹھ گئی اور پھر سے اسے سوچنے لگی تو وہ جیسے سامنے آن کھڑا ہوا۔

(آپ کریں گی مجھ سیشادی۔۔۔؟ اف۔۔۔) اس نے زور سے آنکھیں بند کر کے دوبارہ کھولیں تب بھی وہ موجود تھا۔

(جواب دیں ربیعہ۔۔۔ میرے ساتھ چل سکتی ہیں۔۔۔؟) اور خود کو مجبور اور بیبس محسوس کرتے ہوا اس نے منہ موڑا تھا۔ بالکل غیر اختیاری عمل تھا اور وہی اس کے دل میں ترازو ہوگیا جب ہی تو کہہ رہا تھا۔ جب آپ میرا ساتھ نہیں دیسکتیں تو سمجھ لیں کوئی نہیں دے سکتا۔ اور وہ ساری مسافتیں اس کے ساتھ طے کر سکتی تھی لیکن وہی اپنی کم مائیگی کا احساس کہ وہ مڈل کلاس کی عام سی لڑکی پھر کچھ مسائل میں گھری ہوئی ہے اور اس کے والدین بھلا کہاں اسے اہمیت دیں گے۔ کاش وہ اسے بتا سکتی کہ اس نے اسکی طرف سے منہ نہیں موڑا تھا بلکہ اپنی مجبوریاں اپنی حیثیت اور کچھ مصلحتوں کو سوچتے ہو۔ وہ منہ موڑنے پر مجبور ہوئی تھی۔

(لیکن شاید اب تو وہ یقین بھی نہیں کرے گا۔۔۔؟) دکھ سے سوچتے ہوا اس کی پلکیں نم ہوگئی تھیں۔





پھر اگلے روز باس نے خود ہی اسے گھر جانے سے منع کر دیا۔ ان کا کہنا تھا کہ سنی چھٹیوں کے باعث اپنے والدین کے پاس چلا گیا ہے جبکہ آغا کو اب اس کی ضرورت نہیں رہی۔ پتا نہیں وہ خود آغا کی طرف سے مطمئن ہو کر کہہ رہے تھے یا اس نے یہ بات کہلوائی تھی کہ اسے اس کی ضرورت نہیں رہی۔ وہ بہرحال نہ صرف ہرٹ ہوئی تھی بلکہ اسے بے حد دکھ بھی ہو رہا تھا۔

(ٹھیک تو ہے۔۔۔ میں محض تنخواہ دار ملازم ہی تو ہوں جہاں ضرورت ہوگی وہیں بٹھائی جاؤں گی اور جب کہیں ضرورت نہیں ہوگی تو۔۔۔) دکھ کے ساتھ اس کے اندر ڈھیروں تلخی بھر گئی۔ اس کا دل چاہا ایک بار باس سے یہ ضرور پوچھے کہ اس کام کے لیے آخر انہوں نے اسی کا انتخاب کیوں کیا تھا۔۔۔؟ کیا مجبوریاں اس کے جہرے پر لکھی تھیں۔۔۔؟ لیکن وہ اتنی بھی مجبور نہیں تھی۔ کسی بھی طرح گھر کی گاڑی کو دو تین مہینے مزید کھینچا جا سکتا تھا اور اس عرصے میں وہ کہیں اور جاب حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتی لیکن پہلے ہی مقام پر باس نے اس کا گھیراؤ کر کے اسے کہیں اور جانے سے روک دیا تھا۔ آپ سمپل بی اے ہیں۔۔۔ کوئی تجربہ نہیں۔۔۔ نہ کوئی کام آتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ اور وہ یہیں الجھ رہی تھی کہ آخر اس کا گھیراؤ کیوں کیا گیا۔۔۔؟ شاید اس لیے کہ میں شکل ہی سے بزدل اور کم ہمت نظر آتی ہوں۔ اپنا نقصا ہونے پر کوئی سوال اٹھانے کا حوصلہ نہیں مجھ میں۔ کرسی کی بیک سے سر کا وہ دھیرے دھیرے بول رہی تھی۔ غالبا اسے اتنا بھی ہوش نہیں تھا کہ وہ اس وقت کہاں ہے اور یاسمین کتنی دیر سے اسے نوٹ

کر رہی تھی۔ قصداً نہیں ٹوکا کیونکہ وہ کبھی کچھ بتاتی ہی نہیں تھی لیکن اب اس کی خود کلامی سن کر خاموش نہیں رہ سکی۔

اپنے بارے میں تمہاری رائے بالکل ٹھیک ہے۔ شکل ہی سے بزدل اور کم ہمت نظر آتی ہو۔ یاسمین نے قدرے جلے بھنے انداز میں کہا تو وہ ذرا سی گردن موڑ کر اسے دیکھنے لگی۔

مجھے تم سے کوئی ہمدردی نہیں ہے۔ اس لیے کہ تم کسی کو اپنا نہیں سمجھتیں۔

کیا مطلب ہے تمہارا۔۔۔؟ وہ سیدھی ہو بیٹھی۔

ٹھیک کہہ رہی ہوں میں۔ اتنے مہینوں کے ساتھ کے باوجود تم اجنبی بنی ہوئی ہو۔ اگر تمہارے خیال میں میں تمہارے کسی کام نہیں آ سکتی تب بھی کہہ لینے سے کم از کم دل کا بوجھ تو ہلکا ہو ہی جاتا ہے۔۔۔ یا تو تم میرے سامنے پریشان ہونا چھوڑ دو یا صاف بتاؤ کہ تمہارا پرابلم کیا ہے۔۔۔؟ یاسمین غالباً بھری بیٹھی تھی باقاعدہ اس کی کلاس لے ڈالی۔

کبھی روتی شکل بنا کر بیٹھ جاتی ہو۔۔۔ کبھی گم صم۔۔۔ اور دھیان تو تمہارا مسلسل کہیں اور رہتا ہے۔ اگر اس طرح کام کرو گی تو بہت جلد تمہاری چھٹی ہو جا گی۔۔۔ سمجھیں تم۔۔۔؟

جی نہیں۔۔ باس تو میرے کام کی تعریف کر رہے تھے۔

جناب۔۔۔ اسے اپنی نہیں میری تعریف سمجھو اور دعائیں دو مجھے کہ تمہارا سارا غلط صحیح کر کے بھیجتی ہوں۔ وہ پھر ایک دم خاموش ہو کر یاسمین کو دیکھنے لگی تو وہ تپ کر بولی۔

بس۔۔۔ ایک تو تم پل میں حواس کھو بیٹھتی ہو۔ ذرا سا اور بولوں گی تو رونے لگو گی۔ کچھ انسان بنو ربیعہ۔۔۔ اگر کسی مجبوری کے تحت گھر سے نکلی ہو تو حالات کا مقابلہ کرنا سیکھو۔ ہمیشہ یہ سوچ کر ہتھیار ڈال دینا کہ میں تو ہوں ہی بزدل اور کم ہمت، عقلمندی نہیں ہے۔ اس نے اسی خاموشی سے سر جھکا لیا تو یاسمین کو غصے کے باوجود اس پر رحم آ گیا۔ کچھ نرم پڑ کر اس کا ہاتھ تھامتے ہو بولی۔

اگر تمہارے ساتھ کسی نے زیادتی کی ہے تو مجھے بتاؤ۔ ایمان سے سر توڑ دوں گی اس کا۔

نہیں تو۔۔۔ میرے ساتھ کون زیادتی کرے گا بھلا۔۔۔؟

ہاں۔۔ تمہیں دیکھ کر تو سب کی پدرانہ شفقت جاگ اٹھتی ہے۔ جس بیساختگی سے یاسمین نے کہا ایسی ہی بیساختہ اس کی ہنسی تھی۔

واہ۔۔ کیا خوبصورت ہنسی ہے۔ کبھی راستے میں مت ہنسنا۔

اور اسکی ہنسی کو بریک لگ گئے۔ یاسمین کی بات پر نہیں بلکہ گلاس وال سے پرے آغا جہانگیر کو دیکھ کر وہ جانے کب سے وہاں کھڑا تھا۔ نظریں اس پر جمی تھیں لیکن جیسے ہی اسے دیکھتے پایا فوراً پہلے نظروں کا زاویہ بدلا پھر ذرا سا رخ موڑا اور پھر باہر نکلتا چلا گیا۔ اس کی نظروں نے دور تک اس کا تعاقب کیا پھر یاسمین کو دیکھ کر بولی۔

تھینک یو یاسمین۔۔۔ تم نے میری بہت مدد کی باوجود اس کے کہ تمہیں مجھ سے کوئی ہمدردی نہیں۔

مجھے واقعی تم سے ہمدردی نہیں ہے بس ہمیشہ تمہارے گھر والوں کا خیال آیا۔

ویسےتمہارے گھر میں کون کون ہے۔۔۔؟ یاسمین نے بڑی خوبصورتی سے اس کا گھیراؤ کرلیا وہ واقعی جاننا چاہتی تھی کہ اس کے ساتھ پرابلم کیا ہے۔۔۔؟

اماں، بھابی ان کی گود میں چند ماہ کا بچہ اور میں۔اس نے بتایا تو یاسمین سوچتے ہوبولی۔

بھابی کی گود میں چند ماہ کا بچہ ہے اور تمہارے بھیا کہاں ہیں۔۔۔؟

ساری پریشانی بھیا کی طرف سے ہی تو ہے۔اس نے بھی جیسے موقع غنیمت جانا۔اپنی پریشانیوں بلکہ دکھوں کا رخ بھی بھیا کیطرف موڑ دیا۔مختصر صورت حال کہہ سنائی۔جسے سن کر یاسمین افسوس کا اظہار کرتے ہو بولی۔

واقعی یہ تو خاصی پریشانی کی بات ہے۔پردیس کا معاملہ ہے وہاں وہ لاچار ہیں، یہاں تم لوگ بیبس۔

کیا کریں۔۔۔؟ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔

ہیں کہاں۔۔۔؟

ملائیشیا میں۔

ملائیشیا۔۔۔؟ یاسمین کچھ دیر تک پرسوچ انداز میں اسے دیکھتی رہی پھر کہنے لگی۔

میرے ایک چچا ملائیشیا میں رہتے ہیں۔ایسا کرو تم اپنے بھائی کا نام اور جس پتے پر انہیں خط لکھتی ہوں، وہ لکھ دو پھر میں چچا کو خط لکھتی ہوں۔شاید وہ کر سکیں۔

تمہارے سگے چچا ہیں۔۔۔؟ ایک کاغذ پر بھائی کا نام اور پتہ لکھتے ہوئے اس نے یونہی





پوچھ لیا پھر کاغذ اسے تھماتے ہو بولی۔

ایمان سے اگر یہ کام ہوجا تو میں تمہارا۔۔۔

بس بس۔۔۔ زیادہ بولنے کی ضرورت نہیں ہے۔یاسمین کے ٹوکنے پر وہ ایک دم خاموش ہوگئی۔

پھر کتنے بہتسے دن گزر گئے۔اس نے اماں اور نبیلہ کو بھی بتا دیا تھا کہ یاسمین اپنے چچا کے ذریعے بھیا کی رہائی کی کوشش کر رہی ہے اور اسی روز سے وہ دونوں کسی اچھی خبر کی منتظر رہنے لگی تھیں۔نبیلہ تو باقاعدہ دن گننے لگی تھی کہ فلاں تاریخ کو یاسمین نے خط لکھا جو فلاں تاریخ تک پہنچے گا اس کے بعد جوابی تاریخ۔لیکن اس کے اندر اداسی جوں کی توں تھی کیونکہ اس روز کے بعد اس نے آغا کو نہیں دیکھا تھا۔پتا نہیں اس نے آفس آنا کیوں چھوڑ دیا تھا۔۔۔؟ او جب یہ خیال آتا کہ کہیں اس نے پھر سے تو خود کو گھر تک محدود نہیں کرلیا، اس کا دکھ سوا ہوجاتا۔ کتنی بار سوچا باس سے پوچھے لیکن اس کی ہمت نہیں پڑی۔اگر انہیں بتانا ہوتا تو خود سے بتاتے اس کے پوچھنے پر پتا نہیں کیا سمجھیں یہی سوچ کر رہ جاتی اور کبھی خود کو ٹوکتی کہ جب اسے اس کی ضرورت ہی نہیں رہی تو پھر وہ کیوں اس کے بارے میں اتنا سوچتی ہے لیکن یہ اس کے اختیار میں کب تھا۔ساری سوچوں پر پہرے بٹھا سکتی تھی ایک اس کے خیال سے دامن بچانا مشکل تھا۔

دن بڑے بوجھل بڑے بے کیف گزر رہے تھے دل کا موسم اچھا نہ ہوتو کچھ بھی اچھا نہیں

لگتا اس کے ساتھ یہی معاملہ تھا یوں لگتا تھا جیسے ساری دنیا پر اداسیوں کا راج ہو ایسے میں اگر کوئی راستے میں بھی ہنستا نظر آتا تو وہ چونک کر دیکھنے لگی اس روز دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر اس نے بظاہر سرسری انداز میں یاسمین سے کہہ دیا۔

سنو۔۔ اتنے دنوں سے آغا جہانگیر نظر نہیں آ۔

نام مت لو۔۔۔ایسا نہ ہو بوتل کے جن کی طرح حاضر ہو جائیں۔اپنے تئیں یاسمین نے اسے ڈرایا لیکن وہ بڑے ارام سے بولی۔

ایسا ہو جا تو کیا بات ہے۔۔۔؟

بڑی بہادر بن رہی ہو۔۔۔اس روز تو اسے دیکھ کر کہہ رہی تھیں کہ مجھے مت چھیڑنا ورنہ میں پھوٹ پھوٹ کر رونے لگوں گی۔یاسمین نے اس کی نقل اتاری تو وہ حیران ہو کر بولی۔

یہ میں نے آغا کو دیکھ کر کہا تھا۔۔۔؟

اور کیا۔۔۔؟ اسی وقت تم باس کے کمرے سے آئی تھیں اور وہ بھی وہیں موجود تھا۔پھر یہاں آیا تب بھی تمہاری سٹی گم ہو گئی تھی۔یاسمین جو سمجھی اسی حساب سے کہہ رہی تھی۔تب وہ ذرا سا ہنسی۔

اچھا۔۔۔ مجھے یاد نہیں ہے۔بہرحال ہیں کہاں وہ۔۔۔؟

سنا ہے باہر چلے گئے ہیں۔

کیا۔۔۔؟ وہ جیسے تپتی دھوپ میں آکھڑی ہوئی تھی۔کس قدر تپش تھی۔تن من سب





جلنے لگا تھا۔

اس میں حیرت کی کیا بات ہے۔۔۔؟ بڑے لوگ ہیں دنیا ان کی مٹھی میں۔۔۔یاسمین اس کی طرف متوجہ نہیں تھی۔اپنی کہے گئی اور وہ کب سن رہی تھی۔اس کے اندر یہاں وہاں سناٹا ہی سناٹا تھا۔بس کہیں ہلکی سی آواز تھی۔جب آپ میرا ساتھ نہیں دے سکتیں تو سمجھ لیں کوئی نہیں دے سکتا۔

(تو کیا وہ مایوس ہو کر چلا گیا؟)۔اچانک ہی خیال آیا اور دل میں ایسا درد اٹھا کہ وہ گھبرا کر کھڑی ہو گئی۔

کہاں جا رہی ہو۔۔۔؟ یاسمین نے اسی مصروف انداز میں پوچھا۔

اس نے کوئی جواب نہیں دیا اور وہاں سے نکل کر واش روم میں آ گئی۔بس تنہا ہونے کی دیر تھی آنکھوں کے پیمانے یوں چھلکے کہ اسے بند باندھنا مشکل ہو گیا۔کتنی دیر تک وہ مسلسل ہتھیلیوں سے آنکھیں رگڑتی رہی پھر واش بیسن کا نل کھول کر پانی کے چھینٹے مارے۔آنسو رکنے کا نام نہیں لے رہے تھے۔یوں لگ رہا تھا اپنے ساتھ اسے بھی بہا لے جائیں گے بڑی مشکل سے اس نے خود پر قابو پایا پھر آئینے میں دیکھا۔آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں اور ایسی حالت میں یاسمین کا سامنا کرنا مشکل لگ رہا تھا۔مختلف بہانے سوچتی ہوئی واپس آئی تو یاسمین موجود نہیں تھی اس نے شکر کا سانس لیا اور جلدی سے ایک کاغذ پر اپنی اچانک طبیعت خرابی کی چند لائینیں گھسیٹ کے اس کے پیپر ویٹ کے نیچے دبایا پھر بیگ اٹھا کر باہر نکل آئی۔گھر میں

داخل ہوئی تو ماحول کا رنگ روزانہ سے مختلف نظر آیا نبیلہ برآمدے میں کھڑی عذیر کو ہاتھوں پر اچھالتے ہوا اس کے ساتھ خود بھی کھلکھلا کر ہنس رہی تھی اور اماں کچن میں غالباً سوجی بھون رہی تھیں جس کی مہک پورے آنگن میں پھیلی تھی اور وہ ذہنی طور پر اتنی اپ سیٹ تھی کہ خود سے کچھ قیاس نہیں کر سکی۔ نبیلہ کے قریب آئی اور اس سے پہلے کہ کچھ پوچھتی وہ اسے دیکھ کر

تشویش سے بولی۔

تمہیں کیا ہوا ہے۔۔۔؟

میری طبیعت ٹھیک نہں ہے۔ اس نے کہتے ہو بے اختیار ہتھیلیوں سے آنکھیں ڈھانپ لیں۔ جو سارے راز افشا کر دیتی تھیں۔

آؤ۔۔۔ اندر چل کر لیٹو۔ نبیلہ نے عذیر کو ایک بازو میں لیا اور دوسرا ہاتھ اس کے کندھے پر رکھ کر اندر لے آئی تو اس نے بیٹھے ہی پوچھا۔

اماں کہاں ہیں،۔۔۔؟

حلوہ بنا رہی ہیں۔

آج کوئی خاص دن ہے کیا۔۔؟

ہمارے لیے تو خاص ہی ہے۔ نبیلہ کی شوخی پھر لوٹ آئی۔ فوراً لفافہ لا کر اس کے ہاتھ میں تھما دیا۔ وہ سمجھ گئی بھیا کا خط ہے۔ نکال کر پڑھنے لگی انہوں نے لکھا تھا کہ ایک نیک دل پاکستانی کی مدد سے وہ رہا ہو گئے ہیں اور ابھی فی الحال اسی کے ساتھ رہ رہے ہیں گو کہ ابھی بھی ان





کا قیام غیر قانونی ہے لیکن بہت جلد وہ اسی شخص کی مہربانی اور کوشش سے وہیں کا پاسپورٹ بنوالیں گے۔ اس کے بعد وہ جب تک چاہیں وہاں رہ سکتے ہیں اور بہت زیادہ عرصہ تو نہیں پھر بھی ایک دو سال ضرور رہیں گے۔ پھر ان سب کو تسلی دی تھی کہ اب ان کی طرف سے پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے اور یہ کہ ملازمت ملتے ہیں خرچ کے لیے رقم بھیج دیں گے اور واقعی یہ خوشی کی بات تھی۔ نبیلہ کھلکھلا رہی تھی۔ اماں میٹھا بنانے میں لگی تھیں اور وہ کیا کرے جس کا دل ابھی بھی خاموش تھا۔ خط بند کر کے دوبارہ لفافے میں رکھا پھر نبیلہ کو دیکھ کر بمشکل مسکرا سکی۔

مبارک ہو بھابی۔۔ اللہ نیبڑا کرم کیا ہے۔ تبھی اماں حلوہ لیے اندر چلی آئیں۔ اسے دیکھا تو تعجب سے پوچھا۔

تم اتنی جلدی کیسے آ گئیں۔۔۔؟

طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی تھی۔

چلو اچھا ہوا آ گئیں۔۔۔ بھائی کا خط پڑھا تم نے۔۔۔؟

اماں کس قدر خوش نظر آ رہی تھیں۔ اس نے گہری سانس کے ساتھ ہاں کہا پھر ان کے ہاتھ سے پلیٹ لے کر ایک چمچ منہ میں ڈالا اور پلیٹ نبیلہ کو تھما کر لیٹ گئی۔

بخار ہو رہا ہے کیا۔۔۔؟ اماں نے تشویش ظاہر کی۔

ہاں۔۔۔ کچھ ایسا ہی لگ رہا ہے۔

ابھی تو ڈاکٹر ہو گا۔۔۔ دوا لے آؤں کیا۔۔۔؟

نہیں۔۔ شام میں دیکھیں گے بس اب میں سو رہی ہوں۔ وہ کہتی ہوئی کروٹ بدل گئی۔تھکا ہوا ذہن تھا پھر آنکھیں بھی بھاری ہو رہی تھیں۔ جب ہی جلدی نیند آ گئی۔

پھر شام سے پہلے یاسمین کے آنے پر اماں نے اسے اٹھا دیا۔اس وقت اس کا جسم بری طرح تپ رہا تھا۔شاید اندر کی تپش نے باہر کی راہ دیکھ لی تھی۔ چہرہ بھی سرخ ہو رہا تھا اور یاسمین جانے کیا سوچ کر اور کس موڈ میں آئی تھی اسے دیکھ کر واقعی پریشان ہوگئی۔

تمہیں اچانک کیا ہو جاتا ہے۔۔۔؟ صبح تو اچھی بھلی تھیں۔

(میں کب اچھی بھلی تھی۔۔۔؟) اس نے سوچا پھر اسے دیکھ کر قصداً مسکرا کر بولی۔

بس۔۔ جب کام کرنے کو دل نہیں چاہتا تو بیمار ہو جاتی ہوں۔

یہ تو اچھی بات نہیں ہے۔یاسمین نے کہا تو اس کی ذہنی رو بہک گئی۔

اب آپ کہیں گی یہ اچھی بات نہیں ہے۔

کیا اچھا ہے کیا برا۔ یہ تو میں نہیں جانتا۔ وہ اسی کی بات یاد کرتے ہو بیدھیانی میں دہرا رہی تھی کہ یاسمین اس کے جانتا کہنے پر زور سے ہنسی اور اس کے چونک کر دیکھنے پر معنی خیز مسکراہٹ کے ساتھ پوچھا۔

یہ تم جانتا کب سے ہو گئیں۔۔؟

جانتا۔۔۔؟ وہ اپنی بات پر غور کرتے ہو بولی۔

رانجھا رانجھا کردی میں آپ ہی رانجھا ہوگئی۔





ہاں آن۔۔۔یہی میں تم سے پوچھنے آئی ہوں کہ کون ہے رانجھا۔۔۔؟ اور کہاں ہے۔۔۔؟ یاسمین نے ہاں کو اس انداز میں لمبا کھینچا جیسے اس پر جتا رہی ہو کہ وہ واقعی اسی مقصد سے آئی ہے اور وہ بغیر چونکے بولی۔

پتا نہیں کہاں ہے۔۔۔؟

دیکھو۔۔ مجھ سے چھپانے کی کوشش مت کرو۔آج تمہارے آنے کے بعد سے میں مسلسل تمہارے بارے میں سوچتی رہی ہوں کہ آخر تمہیں بیماری کیا ہے۔۔۔؟ بیٹھے بیٹھے گم ہو جانا۔۔۔کام سے لاپرواہی۔۔۔بات بے بات پلکیں نم کر لینا اور یہ ساری باتیں ایک ہی بیماری کو ظاہر کرتی ہیں اور وہ ہے عشق۔۔۔۔ہے ناں۔۔۔؟

؛یاسمین بڑے یقین سے کہہ کر تائیدی نظروں سے اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگی تو وہ افسردگی سے مسکرائی۔

میں تم سے کچھ نہیں چھپاؤں گی لیکن ابھی مجھ سے کچھ مت پوچھو۔ بڑی عاجزی تھی اس کے لہجے میں یاسمین نے ٹھٹک کر دیکھا پھر اس کا ہاتھ دبا کے بولی۔

چلو۔۔ابھی نہیں پوچھتی۔ تبھی نبیلہ چائے لے کر آئی تو اسے دیکھ کر یاسمین پوچھنے لگی۔

تمہارے بھیا کا کوئی خط وغیرہ آیا۔۔۔؟

ہاں۔۔۔ آج ہی آیا ہے۔اس نے کہا پھر ساری تفصیل بتا کر احسان مندی سے اس کا شکریہ ادا کرنا چاہتی تھی کہ وہ بول پڑی۔

بس۔۔۔ میں نے کچھ نہیں کیا۔۔ایک خط ہی تو لکھا تھا چچا کو۔۔۔دنیا کے سارے کام ایسے ہی تو ہو رہے ہیں بس ایک خط لکھا جاتا ہے، کسی کو رہائی ملتی ہے۔۔۔کسی کو اسیری۔۔کسی کو نوکری اور۔۔۔یاسمین نے بھرپور قہقہہ لگایا پھر اسے چھیڑ کر بولی۔

عقلمند ہوتی جا رہی ہو۔

تمہاری صحبت کا اثر ہے۔

میری یا۔۔۔ نبیلہ کی موجودگی کے باعث اس نے فوراً بات بدل دی۔

اچھا خیر۔۔ اب تم جلدی سے ٹھیک ہو کر آفس آؤ کیونکہ میں تمہاری اتنی عادی ہو چکی ہوں کہ تمہارے بغیر میرا دل نہیں لگے گا۔

لیکن میں تو جاب چھوڑنے کا سوچ رہی ہوں۔

ہائیں۔۔؟ ابھی تو میں نے تمہیں عقلمند کہا ہے پھر یہ بیوقوفی کی باتیں کرنے لگیں۔

خبردار۔۔۔گھر بیٹھنے کی ضرورت نہیں ہے۔یاسمین نے پہلے اسے ڈانٹا پھر سمجھاتے ہو بولی۔

کچھ نہ کرنے سے کچھ کرتے رہنا اچھا ہوتا ہے۔یہ مت سوچو کہ اب بھیا کی نوکری لگ جاگی تو تم آرام سے بیٹھ جاؤ گی مجھے دیکھو میرے ماشاءاللہ چار بھائی ہیں۔سب اچھا کماتے ہیں اور مجھے ماہانہ جیب خرچ بھی دیتے ہیں پھر بھی میں جاب کر رہی ہوں آخر گھر بیٹھ کر کیا کروں۔۔؟

ٹھیک ہے۔۔۔ پھر میں کوئی اور جاب تلاش کروں گی۔اس نے کہا تو یاسمین چونک کر بولی۔

کیا مطلب۔۔۔؟ یہاں کیا تکلیف ہے تمہیں۔۔۔؟ پھر وہ خود ہی قیاس کر کے بولی۔

میرا خیال ہے کہ تم آغا جہانگیر سے ڈر گئی ہو۔۔۔؟

بکومت۔۔۔ وہ چڑ گئی۔

صف 144

تم نے آغا کو ہوا بنا لیا ہے۔۔۔انسان ہے وہ۔۔۔اگر اس کے ساتھ کوئی حادثہ ہو گیا ہے تو اس کا یہ مطلب تو نہیں ہے کہ ہم ہر وقت اس کا مذاق اڑاتے رہیں۔

افوہ۔۔۔ میں نے تمہیں تو کچھ نہیں کہا۔

اسے بھی مت کہو۔۔۔ مجھے دکھ ہوتا ہے۔یاسمین خاموش ہو کر اسے دیکھنے لگی۔ پھر کندھے اچکا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

اچھا۔۔۔ میں چلتی ہوں اور تم بھی فوراً ٹھیک ہو کر آفس آؤ باقی باتیں وہیں ہوں گی۔

وہ شاید سمجھ گئی تھی خاصی مشکوک نظروں سے دیکھتے ہو چلی گئی۔تو بیک سے کمر ٹکا کر اسنے آنکھیں بند کر لیں۔یوں لگ رہا تھا جیسے آغا کا نہیں اس کا مذاق اڑایا گیا ہے۔تب اسے اپنے آپ پر حیرت ہوئی کہ اتنے سے وقت میں وہ کتنا فاصلہ طے کر آئی تھی کہ پیچھے مڑ کر دیکھنا محال لگ رہا تھا۔

پھر دو دن بعد اس نے دوبارہ آفس جانا شروع کر دیا تو وہ وہی روٹین شروع ہو گئی۔لیکن

اب اس کا کسی کام میں دل نہیں لگتا تھا۔ گو کہ اس نے آغا کو دو تین بار ہی آفس میں دیکھا تھا پھر بھی اس کی کمی محسوس ہوتی تھی۔ یوں جیسے وہ اول روز سے اس کے ساتھ رہا ہو اور اب اچانک کہیں چلا گیا اور ایسا تھا تو لیکن آفس میں تو اس کا ساتھ نہیں تھا۔

یاسمین کو اس نے الف سے یے تک سب بتا دیا تھا اور الٹا اس کی گالیاں ہی سننے کو ملیں۔ پھر روزانہ وہ اسے سمجھانا اپنا فرض سمجھتی۔

تم جیسی احمق لڑکی میں نے اپنی زندگی میں پہلے کہیں نہیں دیکھی۔ آغا سے ہمدردی تو کی جاسکتی ہے محبت نہیں۔۔۔ چھوڑ دو اس کا خیال۔۔۔ تمہارے لیے کمی نہیں ہے۔ وہ جانتی تھی جو بھی سنے گا یہی کہے گا اور اسے خود پر اختیار نہیں تھا جبھی یاسمین کی باتیں سن لیتی، جواب میں ایک لفظ نہیں کہتی تھی۔

یونہی دن گزرتے چلے گئے۔ اب تو گھر کی طرف سے بھی کوئی پریشانی نہیں تھی کیونکہ بھیا جاب سے لگ چکے تھے اور انہوں نے ڈرافٹ بھی بھجوایا تھا اور اماں نے جو پہلے مجبوری کے تحت اسے جاب کرنے کے لیے کہا تھا، اب چھوڑنے کو کہتیں لیکن اب وہ چھوڑنے کو تیار نہیں تھی۔ بقول یاسمین گھر بیٹھ کر کیا کرنا ہے۔ وہ بھی یہی سوچتی کہ فراغت سے تو وقت کاٹے نہیں کٹے گا، اس سے مصروفیت اچھی کہ کسی طور وقت گزر رہا تھا۔

انہی دونوں یاسمین کی شادی طے پا گئی۔ وہ خود نہ صرف حیران تھی بلکہ بڑے مزے سے بتارہی تھی۔





واقعی جس کام کا جو وقت مقرر کیا گیا ہے وہ اسی وقت پر ہو کر رہے گا۔ اب دیکھو میری شادی کی فکر سب کو تھی لیکن دور دور تک امکان نہیں تھا۔ یوں آنا فانا رشتہ طے ہوا اور اب میں جارہی ہوں اور ہاں میری شادی میں آنا نہیں بھولنا۔ ہوسکتا ہے وہیں کہیں تمہارا بھی چانس بن جا۔ اس نے صرف ہنسنے پر اکتفا کیا۔

پھر یاسمین کے جانے کے بعد کچھ دن وہ اکیلی رہی اس کے بعد ایک اور لڑکی آ گئی اور اب کیونکہ وہ سینئر تھی اور اکثر واپسی میں بھی دیر ہوجاتی اور اماں اب ہاتھ دھو کر اس کے پیچھے پڑ گئی تھیں کہ وہ جاب چھوڑ دے کیونکہ انہیں دنوں اس کے لیے ایک اچھا پرپوزل آیا تھا جو بعد میں لڑکے نے یہ کہہ کر منع کر دیا کہ وہ جاب کرنے والی لڑکی سے شادی نہیں کرسکتا۔ اپنی اپنی سوچ ہے لیکن اماں کو فکر لاحق ہوگئی کہ وہ جب تک جاب کرتی رہے گی اس کی شادی نہیں ہوسکتی اور وہ اب جلد ہی اس کے شادی کرنا چاہتی تھیں۔ ادھر بھیا کے خطوں میں بھی یہی تذکرہ ہونے لگا تھا جس سے وہ پریشان ہوگئی۔

اس وقت بھی وہ کچھ ایسی ہی پریشان سوچوں میں گھری تھی کہ برابر بیٹھی لڑکی نے اسے مخاطب کرکے کہا۔

ربیعہ۔۔۔ آپ کا فون ہے۔

میرا۔۔۔؟ وہ حیران ہوئی اور پریشان بھی کیونکہ گھر سے کبھی فون نہیں آیا تھا۔ فطری طور پر کچھ اندیشوں میں گھر کر ریسیور تھاما۔ پھر پہلے دل ہی دل میں الٰہی خیر کہنے کے بعد ہیلو کہا۔

ہیلو ربیعہ۔۔۔ کیسی ہیں آپ۔۔۔؟ لگتا تھا مدتوں سے سماعتیں اسی ایک آواز کو سننا چاہتی ہیں۔ بے حد ڈھیلے ڈھالے انداز میں اس نے سر بیک سے ٹکا لیا اور رک کر بولی۔

السلام علیکم آغا۔۔۔ آپ کیسے ہیں۔۔۔؟

ارے۔۔۔ اپ نے پہچان لیا۔۔۔ ورنہ میں تو سمجھا تھا۔۔۔ ہمیشہ سے مختلف اس کا لہجہ خوشگوار تھا اور جانے کیوں بات ادھوری چھوڑ گیا۔

اس کا دل چاہا پوچھے۔ کیا سمجھے تھے آپ۔۔۔؟ لیکن خاموش رہی اور اس نے بھی کچھ دیر غالباً اس کے اسی سوال کا انتظار کیا پھر کہنے لگا۔

میں نے آپ کو اس لیے فون کیا کہ کل میری برتھ ڈے ہے اور آپ کو آنا ہے۔

اور اگر میں نہ آ سکوں۔۔۔؟

ہر صورت میں انا ہے۔۔۔ سمجھیں آپ۔۔۔؟ اس نے فوراً ٹوک کر تحکم سے کہا اور فون بند کر دیا تو وہ کتنی دیر تک اس کے لہجے پر غور کرتی رہ گئی۔ سمجھ میں نہیں آیا کہ اسے کس حیثیت سے بلایا ہے۔

اس رات کتنی دیر تک اسے نیند نہیں آئی۔ خود اپنی بیخبری پر حیران تھی کہ نہ اسے آغا کے باہر جانے کا پتا چلا تھا اور اب یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ وہ کب آیا ہے۔ اگر آج وہ فون نہ کرتا تو ابھی بھی بیخبر ہی رہتی۔ حالانکہ کوئی دن ایسا نہیں گزرا تھا جس میں اس کا خیال نہ آیا ہو اور وہ ہر رات اس کے تصور سے باتیں کرتے سوتی تھی۔ پھر اس کے جانے اور آنے سے بیخبر کیوں رہی۔





مجھے کیا فرق پڑتا ہے وہ کہیں بھی رہے۔۔۔؟ میری گرفت صرف اس کی پرچھائیں پر ہے۔ اس نے خود سے کہا تھا۔

اگلے دن وہ صبح اماں سے کہتی ہوئی گئی تھی کہ آج وہ دیر سے آ گی کیونکہ اس کی برتھ ڈے میں جانا طے تھا اور سارا دن وہ اسے دینے کیلیے گفٹ سوچتی رہی لیکن کچھ سمجھ میں نہیں آیا۔ کیونکہ اپنی حیثیت کا تعین نہیں کر پائی تھی اور اس نے بھی واضح نہیں کیا تھا۔ دوست، ملازم یا ٹیچر۔

بہر حال آف ٹائم کے بعد بھی وہ کتنی دیر تک آفس میں بیٹھی رہی۔ جب شام کے سا اترنے لگے تب اس کے گھر کی طرف جاتے ہوا اس کے دل نے پہلی بار دھڑکنا سیکھا۔ وہ نہیں جانتی تھی اس کا رویہ کیسا ہوگا اور اس نہج پر اس نے سوچا بھی نہیں، بس اسے تو یوں لگ رہا تھا جیسے کسی کھوہ راستے کا نشان مل گیا ہو

لیکن جب اس کے گھر کے باہر گاڑیوں کی لمبی قطار دیکھی تب وہ ٹھٹک کر رک گئی۔ بنگلے پر نظر ڈالی برقی قمقموں سے جگمگا رہا تھا۔ بڑے لوگوں اور اتنی بڑی تقریب میں بھلا اس کا کیا کام۔۔۔؟ یہی سوچتے ہو وہ شش و پنج میں پڑ گئی۔ اگر اسے انتظار ہوتا تو انتظار میں ملتا جبکہ کھلے گیٹ کے راستے پر نظر ڈالتے ہو اس کی آنکھیں دھندلا گئیں۔ پھر اس نے اپنے قدم واپسی کے لیے موڑ لیے۔ تبھی سنی بھاگتا ہوا اس کے پاس آیا۔

ٹیچر۔۔۔ وہ اس معصوم پکار پر رک گئی اور پلکی جھپک کر آنکھوں کی دھند صاف کرنے

لگی۔

ٹیچر۔۔۔ میں آپ کا انتظار کررہا تھا۔ ماما نے کہا تھا آپ ضرور آئیں گی۔ سنی نے سادگی سے کہا تو اس نے ایک نظر گیٹ کے اندر ڈال کر پوچھا۔

تمہارے ماما کہاں ہیں۔۔۔؟

اندر ہیں۔۔۔ آپ آیئے ناں۔۔۔ سنی اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچنے لگا تو وہ جیسے اس ننھی سی طاقت سے کھنچی چلی آئی۔ ہال کمرے میں داخل ہوتے ہی سنی یہ کہتا ہوا بھاگ گیا کہ میں ماما کو بلاتا ہوں اور وہ اتنے لوگوں اور اتنی سج دھج دیکھ کر پریشان ہوگئی۔ سچ مچ رنگ و بو کا سیلاب تھا۔

ایکس کیوزمی۔۔۔ عقب سے کسی نے غالباً اسے راستے سے ہٹنے کے لیے کہا تو وہ دروازے سے ہٹ کر دیوار کے ساتھ چلتی ہوئی کونے میں اکھڑی ہوئی اور متلاشی نظروں سے ادھر ادھر دیکھنے لگی۔ اتنے لوگوں کے باوجود بیہنگم شور نہیں تھا۔ ہلکی ہلکی ہنسی، ہلکی ہلکی آوازیں اور وہ جسے ڈھونڈ رہی تھی۔ اس کی آواز کی بازگشت کہیں اندر سے ابھر رہی تھی۔

(ایک عمر شور اور ہنگاموں میں گزری اور جیسا کہ آپ نے کہا تھا کہ رنگینیوں میں کھو کر انسان تھینک یو گاڈ کہنا بھول جاتا ہے تو میں بھی بھولا رہا۔ یاد اس وقت آیا جب سب ساتھ چھوڑ گئے)۔ اور وہ سوچنے لگی کہ یہ سب دوبارہ اس کی محفل میں کیسے شریک ہو گئے۔۔۔؟ وہ تو بہت تنہا ہو گیا تھا۔ ایک جگہ اس کی نظریں ٹھہر گئیں اور دل میں ہلکا ہلکا درد کروٹیں لینے لگا۔ شاید اسی لیے کہ وہ اس سے بہت دور ہو گیا تھا۔





سرجری کے بعد اس کے چہرے پر کوئی ہلکا سا نشان بھی نہیں تھا اور وہ اسے اس کی آنکھوں اور انداز سے پہچان رہی تھی۔ شاتھ ہی بہت آہستہ آہستہ اس کے قدم دروازے کی طرف اٹھنے لگے اور ادھر ادھر سے آتی آوازیں اس کے درد میں اضافہ کررہی تھیں۔

آغا کو دیکھا۔۔۔؟

پہلے سے زیادہ ہینڈسم۔۔۔

(چھٹیوں کے باعث سنی اپنے والدین کے پاس چلا گیا ہے اور آغا کو اب آپ کی ضرورت نہیں رہی)۔ باس نے کہا تھا اور اس وقت بھی اسے دکھ ہوا تھا اور اب تو یقین بھی ہو گیا تھا کہ واقعی اسے اس کی ضرورت نہیں رہی۔ اپنے حلقے میں کس قدر خوش اور مگن نظر آرہا تھا۔ دووازے تک آتے آتے وہ بری طرح بکھر گئی تھی۔ پھر جلدی سے باہر نکل آئی اور ستون کی آڑ میں رک کر اپنی آنکھیں صاف کرنے لگی لیکن دھند چھٹنے کا نام نہیں لے رہی تھی۔ تب وہ ایسی ہی دھندلائی آنکھوں سے چل پڑی۔

گیٹ سے نکل کر گاڑیوں کے درمیان سے راستہ تلاش کرتی ہوئی روڈ تک آئی تو قدموں کی رفتار تیز کردی۔ ایک طویل مدت بعد یوں لگا جیسے سب اس کے تعاقب میں چلے آرہے ہوں۔ وہ سچ مچ بھاگنے لگی۔ لیکن پیر لڑکھڑا گیا اور سنبھلتے سنبھلتے بھی وہ گر گئی۔ پکی سڑک تھی۔ ہتھیلیاں چھل گئیں اور گھٹنوں میں الگ چوٹ آئی۔ اٹھنے کی کوشش کی لیکن کامیابی نہیں ہوئی۔ انتہائی بیبسی کے عالم میں ادھر ادھر دیکھا کسی کو مدد کے لیے پکارے تبھی ایک گاڑی

قریب آن رکی۔ بیچ سڑک پر بیٹھی وہ اپنی حالت پر کڑھتی ہوئی جلدی سے دوپٹہ ٹھیک کرنے لگی کہ وہ گاڑی سے اتر کر اس کے قریب پنجوں کے بل بیٹھتے ہو بولا۔

دیکھ لیا مجھ سے بھاگنے کا نتیجہ۔ اس نے چونک کر سر اونچا کیا اور اسے دیکھ کر جانے کیوں سہم گئی۔

اب کیوں ڈرتی ہو۔۔۔؟ اب تو میں خوفناک نہیں ہوں۔۔۔؟ وہ پتا نہیں کیا کہنا چاہتا تھا۔ وہ ہونٹ بھینچ کر اٹھنے کی کوشش کرنے لگی۔ تب اس سے پہلے وہ کھڑا ہوا اور اس کی کلائی تھام کر اسے اٹھا دیا اور پھر گاڑی کا دروازہ کھول کر بولا۔

مجھے پتا ہے تم میرے بغیر چل سکتی ہو لیکن میں تمہارے بغیر نہیں چل سکتا۔ وہ اسے باو وسے تھام کر گاڑی میں دھکیلتا ہوا اتنیا رام سے کہہ گیا۔ وہ ششدر اسے دیکھے گئی جو اس کی طرف کا دروازہ بند کر کے اب سامنے سے چکر کاٹ کر ڈرائیونگ سیٹ کی طرف آ رہا تھا۔۔ پھر اس کے برابر بیٹھا تو ایک نظر اس پر دال کر پوچھنے لگا۔

اس طرح کیوں چلی آئیں۔۔۔؟ مجھ سے ملے بغیر۔

آپ کو کیا فرق پڑتا ہے۔۔۔ وہ قدرے روٹھے لہجے میں کہہ کر رخ موڑ گئی۔

بیوقوف لڑکی۔۔۔ اگر فرق نہیں پڑتا تھا تو تمہارے پیچھے کیوں بھاگا چلا تا۔۔۔؟ ادھر دیکھو میری طرف۔ وہ اس طرح بات کر رہا تھا جیسے ہمیشہ سے اس کے ساتھ اتنا ہی فرینک رہا ہو۔ وہ اسی طرح بیٹھی رہی۔ دل کا عجیب عالم تھا اور سمجھ میں بھی نہیں ارہا تھا کہ کیا کرے۔





سنو۔۔۔ کیا تم مجھ سے خفا ہو۔۔۔؟ قدرے توقف سے اس نے اس انداز میں پوچھا جیسے اگر وہ ہاں کہہ دے گی تو اسے بہت دکھ ہوگا اور اب وہ اسے دکھ نہیں دے سکتی تھی۔ اس کی طرف دیکھ کر بولی۔

نہیں۔۔۔ میں کبھی آپ سے خفا نہیں ہوسکتی۔ وہ کچھ دیر تک اس کے چہرے پر نظریں جما بیٹھا رہا پھر دھیرے سے اس کا ہاتھ تھام کر پہلے ایک نظر آسمان پر ڈالی پھر اسے دیکھ کر دلنشیں مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

تھینک یو گاڈ۔۔۔ اینڈ تھینک یو ربیعہ۔۔۔ اس کے ساتھ ہی اس نے گاڑی اس کے گھر جانے والے راستے پر ڈال دی۔

آپ مہمانوں کو چھوڑ کر آ گئے اور یہ اچھی بات نہیں ہے۔

اور جو تم مجھے چھوڑ کر جا رہی تھیں یہ اچھی بات ہے۔۔۔؟ وہ محظوظ مسکراہٹ ہونٹوں میں دبا کر بولا تو وہ سر جھکا کر رہ گئی اور قدرے توقف کے بعد وہ کہنے لگا۔

پتا ہے اس وقت تم نے مجھے کتنا مایوس کیا ہے۔ میں اس شدت سے تمہارا منتظر تھا، تمہاری راہوں میں پھول بچھانا چاہتا تھا اور تم ایسی ہی آفس سے تھکی ہاری اٹھ کر چلی آئیں ذرا حلیہ دیکھو اپنا۔ اس حلیے میں میں تمہیں اپنی مہمان خاص کے طور پر متعارف کرتا تو سوچو لوگ کیسی کیسی شکلیں بناتے اور کیسی کیسی نظروں سے دیکھتے۔

تو آپ کو۔۔۔

ایک منٹ۔۔۔ وہ جانے کیا کہنے جا رہی تھی کہ وہ فوراً ٹوک کر بولا۔

کوئی بات کہنے سے پہلے اس وقت کو یاد کرلو جب لوگ میرا تمسخر اڑاتے اور مجھے مختلف ناموں سے پکارتے ہوگزر رہے تھے۔ اس وقت بتاؤ تم کیوں روئی تھیں۔۔۔؟

جی۔۔۔ وہ قدرے الجھ کر دیکھنے لگی تو وہ ایک نظر اس پر ڈال کر بولا۔

میں بتاتا ہوں۔ تمہیں میرے دکھ نیرلایا تھا۔ تم سے میری اذیت برداشت نہیں ہوئی تھی اور اسی وقت میں نیجان لیا تھا کہ میرے دکھ کر سینے سے لگا کر تم بہت زیادہ عرصہ مجھ سے نہ نہیں موڑ سکتیں۔ تمہیں لوٹ کر میرے پاس آنا تھا اور اس سے پہلے کہ تم آتیں میں سرجری کے لیے باہر چلا گیا۔ صرف تمہاری خاطر کہ اپنے ساتھ ساتھ میں تمہیں اذیت میں نہیں دیکھ سکتا تھا۔ لوگ میرا انداق اڑاتے اور روتیں تم۔۔۔۔۔۔ اور ربیعہ۔۔۔ میں ہمیشہ تو تمہاری آنکھوں میں آنسو نہیں دیکھ سکتا تھا۔ قدرے توقف کے بعد پھر کہنے لگا۔

بہر حال۔۔۔ جیسے تم نے میرے دکھ کو محسوس کیا تو ابھی لوگوں کے رویے سے تمہیں جو دکھ ہوتا وہ مجھے مار ڈالتا۔ نہیں ربیعہ۔۔۔ میں ہرگز کسی کو تمہاری طرف ایسی نظر نہیں ڈالنے دوں گا جس میں تمہارے لیے تحقیر کا ہلکا سا شایبہ بھی ہو۔ البتہ رشک اور حسد پر میں پہرے نہیں بٹھا سکتا۔۔۔ سمجھیں تم۔۔۔؟ اور وہ سب کچھ سمجھ گئی تھی۔ یہ بھی کہ اس نے کس حیثیت سے اسے بلایا تھا اور اس لحاظ سے تو واقعی اس کا حلیہ ٹھیک نہیں تھا۔

اور سنو۔۔۔ وہ اس کے گھر کے سامنے گاڑی روک کر بولا۔





ابھی تمہیں دوبارہ میرے ساتھ چلنا ہے۔

اس وقت۔۔۔؟ اس نے قدرے گھبرا کر پر پھیلاتی تاریکی کو دیکھا۔

ہاں۔۔ کیونکہ میں سب کو بہت تجسس اور انتظار میں چھوڑ آیا ہوں۔ جاؤ جلدی سے چینج کر کے اور فریش ہو کر آؤ۔

نہیں۔۔۔ اماں اجازت نہیں دیں گی۔

چلو۔۔۔ ان سے میں بات کرتا ہوں۔ وہ بڑے آرام سے کہتے ہوا ترنے لگا تو وہ کچھ سہم کر بے اختیار اس کا بازو تھام گئی۔

نہیں آغا۔۔۔ میں نے ابھی گھر میں آپ کا ذکر نہیں کیا۔

کوئی بات نہیں۔۔۔۔ میں اپنا تعارف خود کروا دوں گا۔

وہ اسکی سہمی ہوئی آنکھوں میں دیکھ کر دلکشی سے مسکرایا۔ پھر اپنا بازو چھڑا کر نیچے اتر گیا اور اس کے اترنے کا انتظار کیے بغیر دروازے کی طرف بڑھا۔ پھر ہلکی سی دستک کے بعد اندر داخل ہوگیا۔ بالکل اسی طرح جیسے اس کے دل میں داخل ہوا تھا اور جس طرح وہ اسے اپنے دل سے نہیں نکال سکی تھی اس کے اعتماد اور یقین پر وہ ذرا سا مسکرائی پھر اس کے پیچھے آتے ہوا احساس تشکر میں گھر کر زیرلب بڑبڑائی تھی۔

تھینک یو گاڈ۔۔۔

اختتام ---------------------- The End